حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر

اور

مورتی پوجا کی ممانعت

ویدوں کی دنیا میں

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
(سابق استاذ: دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن
ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

U-99

جملہ حقوق محفوظ

نام : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں

مصنف : مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

ناشر : مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ

اردو ایڈیشن : جدید ایڈیشن مع اضافہ شدہ - ۲۰۱۶ء

تعداد کتب : ۱۰۰۰

قیمت : ۱۴۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Book Name: Hazrat Muhammad SAW ka Zikr Aur Murti Puja ki Mumaniat Vedon ki Duniya me

Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow 226020, UP, India.

Website: www.islamicjpamn.org

E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com

Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
۲۔ نیو سلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 5 182-A گرین لینڈ کیمپس، پوکھر پور، کانپور	9935044343
۶۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

مقدمہ ۹
عرضِ مرتب ۱۱
حصہ اول ۔ انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد اور ہندو مذہب کا جائزہ ۱۵
انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ۱۶
ہر قوم اور ہر خطے میں ہادی آئے ۱۷
ہر قوم کی زبان میں خطاب ۱۸
ہندو مذہب کا مختصر جائزہ ۲۰
ہندو مذہب میں خدا کا تصور ۲۱
فکری تضاد ۲۲
خدا کے بارے میں ہندو فلسفہ کے دو بڑے تصورات ۲۳
توحید کا نور ۲۴
روشنی کی کرن ۲۵
ہندو مذہبی کتب ایک نظر میں ۲۶
ہندو مذہب کی بنیاد ۳۰
رِگ وید (ऋग्वेद) ۳۱
یجر وید (यजुर्वेद) ۳۱
سام وید (सामवेद) ۳۲
اتھر وید (अथर्ववेद) ۳۲
ویدوں کی تدوین ۳۳
مراقبے اور روحانی ادراک کے ذریعہ ویدوں کا نزول ۳۳
14 مُنی اور 23 ہزار سال ۳۴
روایتی ہندو عقیدہ (Mythological Belief) کے مطابق ۳۴

مہارشی دیانند سرستوتی کے مطابق ویدوں کا نزول ۳۵
دیانندجی کے مطابق ویدوں کا ظہور ۳۵
تاریخی نقطۂ نظر ۳۶
حصہ دوم۔حضرت محمد ﷺ کا ذکر ویدوں کی دنیا میں ۳۷
ویدوں میں لفظ نراشنس کا ذکر ۳۹
نراشنس (नराशंस) لفظ کی لفظی ونحوی ترکیب ۴۰
لفظی ترکیب (Etymology) ۴۰
نحوی بحث (سماس کی نوعیت) ۴۰
نراشنس کسی دیوتا کا نام نہیں ۴۱
تحقیقی خلاصہ ۴۲
نراشنس کی خصوصیات ۴۳
(۱) نراشنس اور محمد ﷺ کی خصوصیات میں مماثلت ۴۴
لفظ نراشنس اور لفظ محمد میں معنوی مماثلت ۴۵
لفظ محمد کی لغوی تحقیق ۴۵
سنسکرت لفظ ''نراشنس'' کی لغوی تحقیق ۴۵
اذان اور نماز کا نظام ۴۶
(۲) نراشنس اونٹوں کی سواری کرے گا ۴۷
نراشنس اور حضرت محمد ﷺ کی سواری میں مماثلت ۴۸
(۳) نراشنس شیریں زبان (मधुर वाणी) والا ہوگا ۴۹
نراشنس کی شیریں زبان اور حضرت محمد ﷺ ۴۹
سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ۵۰
(۴) نراشنس حسن، نورانیت اور علم کی اشاعت والا ہوگا ۵۱
''سوَرُچ'' کی لغوی تحقیق ۵۲
پرتی دھامانی اجن ''प्रति धामानि अजन्'' کی توضیح ۵۳

''گھر گھر روشن کرنا''، یعنی علم کی اشاعت ۵۳
تحقیقی تطبیق ۵۴
(۵) نراشنس لوگوں کو گناہوں سے نکالے گا ۵۵
نراشنس اور حضرت محمد ﷺ ۵۶
اخلاقی اصلاح اور گناہوں سے نجات ۵۷
قوت دینے والا اور سہارا بننے والا ۵۷
پرورش اور رحمت کا پہلو ۵۷
تمثیل رتھ اور نبوی منہج ۵۷
(۶) نراشنس کا ایک دنیاوی نام مامہ मामह ہوگا ۵۸
''مامہے رِشی''(मामहे ऋषि) کا تحقیقی جائزہ ۵۸
مامہے رِشی (मामहे ऋषि) کی لغوی ونحوی تحقیق ۵۹
اسمِ علم نہیں بلکہ وصفی عنوان (Descriptive Title) ۵۹
قدیم ویدی رِشی ۵۹
تاریخی تطبیق (Historical Correlation) ۶۰
حضرت محمد ﷺ اور تاریخی مطابقت ۶۰
تحقیقی خلاصہ ۶۰
ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کے مطابق ۶۳
نراشنس کو سو نشک عطا کئے جائیں گے ۶۵
تین سو گھوڑے ۶۵
نراشنس کو دس مالاؤں والا کہا گیا ہے ۶۶
نراشنس دس ہزار گوؤں والا ہوگا ۶۶
مامہے رِشی (मामहे ऋषि) کے دو اوصاف ۶۸
کلکی اوتار (कल्कि अवतार) کا ذکر ۷۱
لفظی ولغوی معنیٰ ۷۱

قدیم ہندو متون میں کلکی اوتار ۷۲
بھاگوت پُران کے مطابق ۷۲
وشنو پُران کے مطابق ۷۳
بھوشیہ پران کے مطابق ۷۳
اوتار کا مطلب ۷۳
ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے جی کے مطابق ۷۴
ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو جی کے مطابق ۷۴
پنڈت شری رام شرما جی کے مطابق ۷۶
خلاصہ ۷۶
اَنتم رِشی (یعنی کلکی اوتار) کا زمانہ ۷۷
اَنتم رِشی (یعنی کلکی اوتار) کا مقامِ ظہور ۷۹
وِشنویَشہ اور عبداللہ میں معنوی مطابقت ۷۹
شَمبل لفظ (مقام یا وصف) ۸۰
خلاصہ ۸۲
حصہ سوم۔مورتی پوجا کی ممانعت ہندو دھرم کی مقدس کتابوں میں ۸۴
مورتی پوجا کی ممانعت ۸۵
۱۔ویدوں میں بت پرستی کا فقدان ۸۶
۲۔توحید جیسی جھلکیاں ۸۶
۳۔آتما اور پرماتما کا فکری تضاد ۸۷
ہندو مذہب کی اصل بنیاد ۸۸
ویدوں کے متعلق اختلافات ۸۸
آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی جی کے مطابق ۸۹
ہندو مذہب میں مورتی پوجا کی ابتداء ۹۰
ویدک عہد میں خدا کا تصور (1500-600 قبل مسیح) ۹۱
علامتی پوجا کی ابتداء (تقریباً 800-500 قبل مسیح) ۹۱

مہا کاوی دور-رامائن ومہابھارت میں مورتی پوجا (تقریباً400 قبل مسیح-400 عیسوی)........... ۹۲
پُرانک عہد (300-1000 عیسوی) اور مورتی پوجا.. ۹۲
بھگوت گیتا کے مطابق.. ۹۳
بدھ وجین کے اثرات.. ۹۳
خلاصۂ بحث... ۹۴
خدا کا تصور سناتن دھرم میں.. ۹۵
سناتن دھرم کے دیگر متون میں خدا کا تصور.. ۹۷
بَہُدِ یَو واد (बहुदेववाद)... ۹۸
ویدک توحید کا اصل پیغام... ۹۸
ایک ہی خدا کی مختلف صفات (اگنی، اندر، وشنو، برہما، شیو)........................ ۹۹
33 کروڑ دیوتاؤں کا تصور.. ۹۹
ویدک دور میں ''33 دیوتا'' (त्रयस्त्रिंशत् देवा:) کا تصور........................... ۱۰۰
رِگ وید میں 33 دیوتاؤں کا ذکر... ۱۰۰
33 کروڑ دیوتا.. ۱۰۰
جدید ہندو مصلحین کی تعبیر.. ۱۰۱
خلاصہ... ۱۰۱
ہندو مذہب میں عبادت (उपासना) کی دو قسمیں... ۱۰۲
(ا) نِرَاکار اُپاسنا (निराकार उपासना)... ۱۰۳
قدرتی چیزوں (اَسَنبھُوتی) یا مورتیوں (سَمبھُوتی) کی پوجا........................... ۱۰۳
خدا ایک ہی ہے، دوسرا نہیں.. ۱۰۳
مورتی پوجا کی ممانعت... ۱۰۴
مورتی پوجا کرنے والوں پر تنقید... ۱۰۴
اس خدا کی کوئی مورتی نہیں.. ۱۰۵
اُپنشدوں کے مطابق.. ۱۰۵

خدا کے ایک ہونے کا تصور ۱۰۶
(۲) ساکار اُپاسنا (साकार उपासना) ۱۰۷
انشواد (अंशवाद) یعنی خدا کا ایک حصہ سب میں موجود ہونا ۱۰۷
اوتار واد (अवतारवाद) یعنی خدا کا کسی روپ میں جنم لینا ۱۰۷
سام وید کے مطابق (एक ईश्वरवाद) ۱۱۱
اوپنشد کے مطابق (एक ईश्वरवाद) ۱۱۱
بھگوت گیتا کے مطابق (एक ईश्वरवाद) ۱۱۲
بھگوت گیتا میں کثرتِ دیوتا پرستی کی تردید ۱۱۲
خلاصہ ۱۱۳
اسلامی عقیدہ ۱۱۴
حصہ چہارم - ویدوں میں ایکیشور واد (یعنی توحید جیسا) کا تصور ۱۱۵
ویدوں میں ایکیشور واد کا تصور ۱۱۶
رِگ وید میں ایکیشور واد (یعنی ایک اللہ کو ماننے سے متعلق چند شلوک) ۱۱۶
یجر وید میں ایکیشور واد (یعنی ایک اللہ کو ماننے سے متعلق چند شلوک) ۱۳۳
اتھر وید میں ایکیشور واد (یعنی ایک اللہ کو ماننے سے متعلق چند شلوک) ۱۳۹
اسلامی عقیدۂ توحید ۱۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد المرسلين و خاتم النبيين محمد و علىٰ اله اصحبه اجمعين

ہندوستان میں عرصہ دراز سے مسلمان آباد ہیں ان کو اللہ نے حکومت وسلطنت کا موقع بھی دیا اور برادران وطن سے بہتر سے بہتر تعلقات قائم کرنے کے مواقع بھی میسر ہوئے۔لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ معدودے چند کو چھوڑ کر ان میں اسلام کی دعوت دینے کی کوشش نہیں کی گئی، جس کے نتیجہ میں اکثر و بیشتر اہل اسلام کو اپنے تشخصات وامتیازات سے ہاتھ دھونا پڑا اور اس کی مٹی میں ایسے رِل مل گئے کہ ان کی پہچان مشکل ہوگئی جس کی توجیہ میں مؤرخ وقت حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''اکال الامم'' کا لقب اس سرزمیں کو دیا، کتنی ملتوں اور قوموں کو یہ نگل گئی، اور جن حضرات نے دعوت کا کام کیا انھوں نے اپنی روحانی قوت، خداداد صلاحیت اور کرامت کے ذریعہ یہاں کے بسنے والوں کو متأثر کر کے کلمہ توحید پڑھایا جس سے ایک بہت بڑی تعداد اسلام کے در دولت پر آکر کھڑی ہوگئی لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مکمل طور پر داخل ہونے کی نوبت کم آئی جس کی وجہ سے ایک عرصہ کے بعد وہ عملی طور پر ارتداد کے شکار ہوئے اور پھر اعتقادی طور پر بھی ارتداد کے جال میں جا پھنسے، ہاں وہ خوش نصیب اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو اللہ والوں کی صحبت اور علم دین سے وابستگی کی دولت بے بہا مل گئی، اور یہی وہ چیز ہے جس نے دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس امت کی ایک بڑی تعداد کو اپنے تشخصات وامتیازات اور ملی و دینی خصائص کے ساتھ

باقی رکھا، جو اسلام کے معجزہ اور اس کے ابدی اور عالمی دین ہونے کی کھلی علامت ہے۔

مگر ضرورت اس کے ساتھ ایک ایسے داعی گروہ کی تھی جو ان کی زبان و تہذیب، ان کی ثقافت و نفسیات سے بھی بحسن و خوبی واقف ہوتا اور ان کو روحانی طور پر متاثر کرنے کے ساتھ علمی طور پر بھی متاثر کرتا۔

یہ بڑی خوشی و مسرت کی بلکہ امید افزا بات ہے اس آخری دور میں کچھ حضرات نے اس کی طرف بھی توجہ کی ہے اور اپنی محنتوں کا اس کو میدان بنایا ہے تاکہ اسلام کی دعوت ان کو ان کی زبان میں دے سکیں۔

ہمارے دوست محب عزیز مولانا محمد سرور ندوی زادہ اللہ علما و توفیقاً، انہی خوش نصیب لوگوں میں ہیں جنھوں نے ''اچاریہ'' کیا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت بھی حاصل کی، ان کے کئی کتابچہ منظر عام پر آ چکے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، فی الوقت انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں'' کے عنوان سے ایک کتاب تیار کی ہے جس میں حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے، اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کئی جگہ آیا ہے خود لفظ محمد اللہ وغیرہ بھی استعمال ہوئے ہیں، یہ بات ہمارے برادران وطن کے سامنے اس انداز سے آنی چاہئے جو ان کے لئے حق شناسی اور حقیقت آشنائی کا ذریعہ بن جائے، اور ان کے دلوں کو ہدایت کے لئے کھول دے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ان عزیز کو اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، دین کی خدمت اور دعوت کے لئے قبول فرمائے، اور ان کی کتابوں کو ہدایت و سعادت کا ذریعہ بنائے۔

عبداللہ حسنی ندوی

خاتون منزل، لکھنؤ ۲۷/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۴/اکتوبر ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمدلله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت کی گئی ہے کہ وہ اپنے وجود کے مقصد کو جانے، حیات کے مفہوم کو سمجھے اور اس راستے کی تلاش کرے جس پر چل کر وہ کامیابی اور نجات سے ہمکنار ہو سکے۔ لیکن یہ تلاش اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک انسان اپنے اور پوری کائنات کے باہمی ربط و تعلق کو نہ سمجھے۔ جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ وہ کس ہستی کا بندہ ہے، کن نعمتوں کا امین ہے اور اس کے وجود کا اصل مرکز و محور کیا ہے، اُس وقت تک نہ وہ اپنے مقصدِ حیات کو صحیح شناخت کر سکتا ہے اور نہ ہی شرک و کفر کی پستیوں اور گمراہیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ جسمانی، روحانی، ذہنی، معاشرتی، غرض ہر میدان میں نعمتوں کا ایک جہان اس کے سامنے ہے۔ مگر سب سے اعلیٰ اور سب سے قیمتی نعمت صحیح علم ہے۔ صحیح علم وہ نعمت ہے جو انسان کو افراط و تفریط سے نکال کر اعتدال کی شاہراہ پر گامزن کرتا ہے، خواہشات کی غلامی سے آزاد کر کے حقیقت کی پہچان عطا کرتا ہے اور حیات کے پوشیدہ گوشوں کو منور کرتا ہے۔ اگر انسان کے پاس دنیا کی ہر سہولت، عزت، دولت اور آسائش موجود ہو لیکن صحیح علم نہ ہو تو وہ اضطراب، بے چینی اور فکری انتشار سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ علم ہی انسان کی شخصیت کا مرکز اور سکونِ قلب کا ذریعہ ہے۔

اسی لیے ہر صاحبِ عقل انسان کی فطرت صحیح علم کی تلاش پر آمادہ رہتی ہے، مگر

بعض لوگ نفس کے دھوکے میں پڑ کر ایسے راستوں کے اسیر ہو جاتے ہیں جو انہیں مقصد کے قریب لانے کے بجائے بھٹکا دیتے ہیں۔ علمِ الٰہی ہی صحیح علم ہے اور اس کا اصل منبع وحی اور رسالت ہے۔ اگر انسان ہی اپنے نبی کو نہ پہچانے، اُن کی صداقت، شخصیت اور تعلیمات سے ناواقف رہے تو پھر اس کے لیے ہدایت کے چشمے تک رسائی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ یہی المیہ ہمارے برصغیر کے اکثر اہلِ وطن کے ساتھ پیش آیا کہ وہ وحی الٰہی کے اصل سرچشمے تک نہ پہنچ سکے اور نت نئے عقائد و رسوم کے بھول بھلیوں میں گم ہوتے چلے گئے۔

جب ہم قرآن مجید کی روشنی میں ہندو مذہب اور برصغیر کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو متعدد ایسے شواہد سامنے آتے ہیں جن سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ہندوستان میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول مبعوث ہوئے ہونگے اور ہدایت نازل کی گئ ہوگی۔ اگرچہ قرآن مجید میں متعین طور پر کسی ہندو بزرگ کو نبی یا ان کی کسی مذہبی متن کو آسمانی کتاب قرار نہیں دیا گیا، لہٰذا ہم قطعیت سے نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شخصیت نبی تھی یا وید الہامی کتاب ہے، لیکن ہم یہ بھی قطعیت سے نہیں کہہ سکتے کہ ہندوستان میں کبھی رسول نہیں آئے۔ قرآن کی بیان کردہ سنتِ الٰہی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم میں رسول بھیجے گئے، تو برصغیر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ تاریخِ انسانی میں کئی قومیں ایسی تھیں جو ابتدا میں توحید کی پیروکار تھیں، پھر رفتہ رفتہ شرک اور مخلوق پرستی میں مبتلا ہو گئیں۔ ان قوموں میں اللہ کے رسول مبعوث ہوئے، انہوں نے انہیں دوبارہ توحید کی طرف بلایا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اُن کی اگلی نسلیں پھر گمراہی کی طرف لوٹ جاتیں۔ یہی تغیرات ہندوستان میں بھی بظاہر نظر آتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا اور انہوں نے جو دین دنیا کو دیا وہ اسلام ہی تھا، جس کے بنیادی اصول وہی ہیں جو آج بھی اسلام کا جوہر اور اساس ہیں: (۱) اللہ کی

وحدانیت اور توحید کا عقیدہ (۲) وحی و رسالت کا عقیدہ (۳) آخرت اور جزا و سزا کا عقیدہ

پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے نے اپنی کتاب ''نراشنس اور اَنتم رِشی'' میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندو مذہبی متون میں متعدد مقامات ایسے ہیں جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ ویدوں اور متعلقہ گرنتھوں میں درج بعض اعداد اور علامتیں دراصل اسلامی تاریخ کے نمایاں حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں، جیسے 100 دینار سے مراد اصحابِ صفہ، 10 مالاؤں سے عشرۂ مبشرہ، 313 گھوڑوں سے غزوۂ بدر کے مجاہدین اور 10 ہزار گائیوں سے فتح مکہ کے لشکر کی طرف اشارہ ہے۔

اسی طرح لفظ نراشنس جس کے معنی تعریف کیا ہوا/محمد کے ہیں، اتھر وید سنہتا کے 20ویں کانڈ کے 124ویں سوکت میں تقریباً 14 منتر کے ساتھ مذکور ہے۔ پنڈت وید پرکاش کے نزدیک یہ تمام شہادتیں اس دعوے کی تائید کرتی ہیں کہ برصغیر کی قدیم مذہبی روایات میں نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی آمد کی خبر محفوظ رہی ہے، اگرچہ وقت کے ساتھ اصل پیغام میں تبدیلیاں اور تاویلات داخل ہو گئیں۔

اسی طرح ہندو متون میں ایسی تعلیمات ملتی ہیں جن میں خدا کی وحدت، صفاتِ الٰہیہ، مورتی پوجا کی ممانعت اور بت پرستی کے انکار کے اثرات موجود ہیں۔ تاہم یہ تعلیمات اپنی اصل اور خالص شکل میں باقی نہیں رہیں، کیونکہ توحید کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ مشرکانہ تصورات بھی داخل ہو چکے ہیں۔ وحی و رسالت کے تصور کو اوتار کی شکل دے دی گئی اور آخرت کے واضح تصور کو آواگمن اور جنم مرن کے چکر میں بدل کر اصل حقیقت سے دور کر دیا گیا۔

لیکن یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ہمارا مقصد نہ ہندوؤں کو اہلِ کتاب ثابت کرنا ہے اور نہ ویدوں کو آسمانی صحیفہ ماننا بلکہ یہ ابتداء گفتگو کے لئے حکمت دعوت کی ایک کوشش ہے اس لئے کہ ہمارا عقیدہ اور چیلنج یہی ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں صرف قرآن

مجید ہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو اپنی اصل، مکمل اور محفوظ شکل میں موجود ہے۔ پچھلی جتنی کتابیں اور صحائف ہیں وہ سب منسوخ ہو چکے ہیں اب صرف اور صرف نجات کا ذریعہ قرآنی تعلیمات پر عمل ہے۔

مختلف طریقۂ دعوت میں سے ایک یہ ہے کہ اگر اہلِ وطن سے مکالمہ کرتے وقت ان کی کتابوں کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے تو وہ بات سننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، پھر دلائل کے ساتھ اسلام کی جانب متوجہ کرنا آسان ہو جاتا ہے لیکن شریعت اور عقیدے کے ثبوت کے لئے صرف قرآن وحدیث ہی پیش کرنا چاہئے۔

آخر میں ہم اُن تمام احباب کے نہایت شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کام کی اشاعت، تیاری اور ترویج میں حصہ لیا۔ اللہ رب العزت اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کے ساتھ انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ والسلام

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
استاذ: صحافت ودعوہ: دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۱۱/ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۲۰۰۰ء

حصہ اول

انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد
اور
ہندو مذہب کا جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

قرآن مجید کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد انسانیت کو اپنے خالق کی پہچان کروانا اور توحید کی طرف متوجہ کرنا، شرک و گمراہی سے بچانا، اخلاقی و روحانی تربیت کرنا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے راستے واضح کرنا ہے اور انبیاء کی بعثت خدا کی رحمت اور ہدایتِ عامہ کا تقاضا ہے، تاکہ انسانیت اپنے اصل مقصد سے آشنا ہو، عدل و خیر کے نظام کو اپنائے اور اپنے خالق کی رضا کے ساتھ ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرے۔

دراصل انسان کی فطری عقل محدود ہے، انسان فزکس، حیاتیات، طب، اور ٹیکنالوجی میں جتنی بھی ترقی کر لے، اس کا علم تجربے اور مشاہدے تک محدود رہتا ہے، جب کہ مقصدِ زندگی، خالق کی پہچان، اخلاق کے معیارات اور مرنے کے بعد کی حقیقت جیسے سوالات سائنسی آلات اور لیبارٹری تجربات سے حل نہیں ہو سکتے۔ جیسے کسی پیچیدہ مشینری کے استعمال کے لیے بیرونی مأخذ سے "مینوفیکچر رگائیڈ لائن" کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح انسان کے لیے وحی اور انبیاء کی تعلیمات ایک "ڈیفینیٹو ہدایت نامہ (Definitive Manual)" کا درجہ رکھتی ہیں جو انسانی عقل کی حدود سے بالاتر حقیقتوں کی وضاحت کرتی ہیں۔

انبیاء کو بھیجنا ایک ایسا الٰہی انتظام ہے جیسے کسی تجربہ گاہ میں پیچیدہ نظام کو چلانے کے لیے Certified Instructor مقرر کیا جائے تاکہ غلط تجربات سے انسانیت کی تباہی نہ ہو اور وہ اپنے وجود کے حقیقی مقصد تک رسائی حاصل کر سکے۔ لہٰذا بعثتِ انبیاء، قرآنی اعتبار

سے رحمت ہے اور سائنسی اعتبار سے انسان کی فطرت، شعور اور وجود کے Unsolvable Questions کے لیے ایک لامحدود اور حتمی ماٰخذِ ہدایت۔

قرآنِ مجید وہ واحد آسمانی کتاب ہے جو نہ صرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں اور اُن پر نازل ہونے والی اصل الہامی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیتی ہے کہ وہ ان تمام رسولوں اور کتابوں پر ایمان لائیں۔ یعنی ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک انسان اللہ کے تمام انبیاء علیہم السلام، اُن کی لائی ہوئی تعلیمات اور اُن پر نازل شدہ وحی کو سچا اور حق تسلیم نہ کرے۔ قرآن مجید اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وقال تعالیٰ: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝۲۸۵ (بقرہ:285)

ترجمہ: رسول ایمان لائے اس چیز پر جو اُن کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی اور ایمان والوں نے بھی؛ سب ایمان لائے اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

ہر قوم اور ہر خطے میں ہادی آئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اگرچہ آخری اور عالمگیر ہے، مگر آپ سے قبل انبیاء ورسل کا سلسلہ دنیا بھر میں جاری رہا۔ قرآن کہتا ہے کہ رسالت کا بنیادی مقصد ہر انسان تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ دنیا کے کسی حصے کو ہدایت سے خالی رکھا گیا ہو۔

وقال تعالیٰ: وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ۔ (سورۃ فاطر:24)

ترجمہ: کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں ڈرانے والا (رسول) نہ آیا ہو۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

ترجمہ: ''بے شک آپ صرف ڈرانے والے (نبی) ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں''۔ (سورہ الرعد:7)

قرآنِ مجید یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسالت مخصوص قوموں، نسلوں یا علاقوں تک محدود نہیں رہی، بلکہ ہر خطے، ہر تہذیب اور ہر قوم کو ان کے اعتبار سے نبی یا ہادی عطا کیے گئے تا کہ ہدایت سبھی تک پہنچ جائے اور کوئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس اللہ کا پیغام نہیں آیا۔ یعنی ہر تہذیب میں کسی نہ کسی زمانے میں اللہ کی طرف سے رہنمائی کرنے والا موجود رہا ہے، چاہے اُس کا نام اور تفصیلات وقت کے ساتھ تبدیل ہو گئ ہوں۔

ہر قوم کی زبان میں خطاب

نبی اپنی قوم کی زبان میں پیغام دیتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کا پیغام ہمیشہ انسانوں کی فہم، ضرورت اور زبان کے مطابق ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنی وحی کو کسی ایک زبان یا قوم تک محدود نہیں رکھا، بلکہ ہر خطے اور ہر قوم میں بھیجے گئے نبی نے اپنی قوم کی مادری زبان میں ہی ہدایت کا پیغام پیش کیا، تا کہ کوئی انسان صرف زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے حق سے محروم نہ رہ جائے۔

اسی اصول کے تحت اگر کسی خطے کی زبان سنسکرت، آرامی، قبطی، انگریزی، عبرانی یا عربی تھی، تو اسی زبان میں وہاں کے نبی نے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ مثلاً ہندوستان کی قدیم زبان اگر سنسکرت تھی تو یہاں آئے ہوئے نبی نے سنسکرت میں دعوت دی ہوگی، عرب کی زبان عربی تھی تو وہاں آنے والے نبی نے عربی میں دعوت دی تا کہ اہلِ وطن پیغام کو سمجھ سکیں جیسا کہ ارشاد ہے:

وقال تعالیٰ: وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ (سورہ ابراہیم:4)

ترجمہ: ''ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تا کہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے''۔

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ وحی کی زبان قوم کی زبان کے مطابق ہوتی رہی۔ چنانچہ یہ بات عین ممکن ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں انبیاء نے مختلف زبانوں میں پیغام دیا ہو، کیونکہ ہدایت کا مقصد زبان مسلط کرنا نہیں بلکہ سچائی پہنچانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اگرچہ قرآن عربی میں نازل ہوا، لیکن آپ ﷺ کی رسالت کا دائرہ پوری انسانیت ہے، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کا پیغام دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، تا کہ اللہ کا آخری پیغام پوری انسانیت تک پہنچے۔

لسانیات کے مطابق ہر زبان اپنے بولنے والوں کے ذہنی سانچے (Cognitive Framework) کے ساتھ جڑی ہوتی ہے، اور انسان انہی تصورات کو بہتر سمجھ سکتا ہے جو اس کے لسانی ڈھانچے (Linguistic Structure) سے مطابقت رکھتے ہوں۔ اسی کو سائنسی اصطلاح میں Linguistic Relativity / Sapir-Whorf Hypothesis کہا جاتا ہے، جس کے مطابق انسان کی سوچ اور ادراک اس کی زبان سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اس زاویے سے دیکھا جائے تو وحی کا ہر قوم کی زبان میں نازل ہونا ایک الٰہی حکمت ہے، تا کہ نبوت کا پیغام صرف سنا نہ جائے بلکہ سمجھا بھی جائے، اور سمجھ کر قبول بھی کیا جائے۔

سائنسی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو انسان کے حواس، تجربات اور مشاہدات محدود ہیں؛ سائنس زندگی کا ''کیسے'' تو بتاتی ہے مگر ''کیوں'' کا جواب نہیں دے سکتی۔ مقصدِ وجود، خالق سے تعلق، موت اور آخرت جیسے سوالات تجربہ گاہ کے آلات سے نہیں بلکہ وحی کی روشنی سے سمجھ میں آتے ہیں، اس لیے نبوت ایک لازمی '' Metaphysical Guidance System'' ہے جو انسانی عقل کی حدود سے آگے کی حقیقتوں کی وضاحت کرتا ہے۔ نفسیاتی پہلو سے یہ حقیقت مسلم ہے کہ ہر قوم اپنے کلچر، زبان اور سماجی پس منظر میں سوچتی اور سمجھتی

ہے؛ انسان اسی زبان اور مثال سے متأثر ہوتا ہے جس میں وہ جذباتی وابستگی رکھتا ہو۔

لسانیات اور نفسیات کے قانون کے مطابق زبان فکر کی تشکیل کرتی ہے، لہٰذا اللہ کا پیغام اسی زبان میں دیا گیا جو قوم کے ذہن و دل تک براہِ راست اثر ڈال سکے، تاکہ دعوت اجنبی نہ لگے اور ہدایت ایک ''زندہ تجربہ'' کی صورت اختیار کرے۔

ہندو مذہب کا مختصر جائزہ

ہندو مذہب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قدیم ترین شکل نسبتاً سادہ، علامتی اور کسی بلند ترین خالق کی پرستش پر قائم رہی ہوگی۔ ویدک متون کے ابتدائی حصوں میں ایک برتر ہستی، پرَم برہمن، ایکم سَت اور ایشور/بھگوان جیسے تصورات ملتے ہیں، جنہیں بعض محققین توحید یا وحدت کے قریب سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندو مذہب کی تشکیل ایک زمانے یا ایک پیغمبر سے نسبت نہیں رکھتی، بلکہ یہ ایک مجموعی تہذیبی سفر ہے جو ہزاروں سال پر محیط فکری ارتقا، معاشرتی تغیرات، فلسفیانہ مکاتب اور مذہبی روایات کے امتزاج سے پیدا ہوا۔ اس تنوع میں بھگتی تحریک، ویدانت، سانکھیا، یوگ، شیوازم، وشنوازم اور شکتی پوجا جیسے مختلف فکری دھارے شامل ہیں، جن کی باہمی آمیزش نے اس مذہب کو یک رُخا نظام کے بجائے کثیر جہتی اور ہمہ گیر روایت بنا دیا ہے۔

اس پس منظر میں ہندو مذہب کی اصل یا ابتدائی شکل کا سراغ لگانا آج ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، کیونکہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اس میں فکری و عملی تغیرات ہوتے رہے۔

مذہبی تغیر کے حوالے سے قرآن مجید اصول بیان کرتا ہے کہ جب بھی کسی قوم کو آسمانی ہدایت ملی، وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بدعات، شرک اور انسانی توہمات داخل ہو گئے اس اصول کو دیکھتے ہوئے بعض مسلم محققین یہ امکان ظاہر کرتے ہیں کہ اگر ہندوستان میں کسی دور میں اللہ کے رسول آئے ہوں اور انہوں نے توحید کی دعوت دی ہو، تو زمانۂ بعید میں تدریجی تبدیلیوں، فلسفیانہ تاویلات اور رسوم و روایات کے اضافے نے اس اصل پیغام

کو متأثر کر دیا ہوگا۔

چنانچہ ویدوں میں ایک طرف وحدانیت کے آثار اور مورتی پوجا کی ممانعت جیسے اشارات ملتے ہیں، تو دوسری طرف بعد کے ادوار میں کثرتِ آلہہ، اوتار وادی نظریات اور مجسمہ پرستی مستقل مذہبی دھارے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی تضاد یہ بتاتا ہے کہ ہندو مذہب کی جو شکل آج موجود ہے، وہ قدیم اور جدید عناصر کا مجموعہ ہے۔

اس لیے علمی دیانت کے ساتھ یہ کہنا درست ہے کہ ہندو مذہب کی اصل صورت کے بارے میں قطعی رائے قائم کرنا مشکل ہے، لیکن تاریخی مطالعہ، متنی شواہد اور مذہبی ارتقا کے قوانین اس امکان کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے آغاز میں توحید یا کسی اعلیٰ واحد ہستی کا تصور کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہوگا، جو زمانوں کی گردش میں مختلف فلسفوں، رسومات اور دیوی دیوتاؤں کے نظریات میں تحلیل ہو کر اپنی اصل سادگی کھو بیٹھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندو مذہب کو سمجھنے کے لیے اسے کسی ایک مذہب کے بجائے تاریخی تہذیبی مظہر اور فکری ارتقا کے طور پر دیکھنا زیادہ مناسب سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس مذہب کی تشکیل ارتقائی ہے، نہ کہ ایک واحد نبی یا کتاب کی بنیاد پر۔

ہندو مذہب میں خدا کا تصور

ہندو مذہب میں خدا کے بارے میں مختلف اور بظاہر متضاد تصورات ملتے ہیں، جو اس بات کی علامت ہیں کہ یہ مذہب ایک طویل فکری ارتقا سے گزرا ہے اور اس کی بنیادی ساخت ایک ہی نظریے کے بجائے متعدد فلسفیانہ جہتوں پر قائم ہے۔ قدیم ویدی روایات میں خدا کو کبھی نرگُن (صفات و شکل سے ماورا، غیر مجسم) کہا گیا ہے اور کبھی سگُن (صفات کے ساتھ، مجسم یا تجسّم پذیر) مانا گیا ہے، یعنی ایک طرف خدا کو ایسا مانا گیا جو کسی جسم، صورت یا حد سے پاک ہے، اور دوسری طرف انہی تصورِ الٰہی میں خدا کو انسانی شکل، جذبات اور اوتار کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو مذہب میں خدا کے بارے میں کوئی واحد، قطعی اور متفقہ نظریہ موجود نہیں بلکہ نظریاتی تنوع (Theological Diversity) اس مذہب کا بنیادی وصف ہے۔

اسی تناظر میں خدا کے ساتھ روح (Soul) اور مادے (Nature/Matter) کے تعلق پر بھی دو مختلف زاویے موجود ہیں۔ ایک فلسفہ یہ کہتا ہے کہ خدا، روح اور مادہ تینوں ازلی (Eternal) ہیں، یعنی کوئی ایک دوسرے کا خالق نہیں بلکہ یہ تینوں ایک طرح کی بے آغاز حقیقتیں ہیں، اسی تصور کے مطابق روح اور مادہ ازلی ہونے کے باعث "خدا کے برابر" نوعیت کی حقیقت قرار پاتے ہیں، جو اسلامی توحید کے بالکل برعکس ہے۔ دوسرا تصور یہ ملتا ہے کہ خدا واحد علتِ حقیقی (First Cause) ہے جس نے روح اور مادہ کو عدم سے پیدا کیا اور کائنات کی تشکیل خود کی؛ یہ نظریہ نسبتاً وحدانیت کے قریب سمجھا جاتا ہے، اگرچہ اس کی تاریخی اور متنی صورتیں یکساں نہیں رہیں اور وقت کے ساتھ اس میں مذہبی رسومات و توہمات شامل ہو گئے۔

فکری تضاد

اعمال اور عبادات کے میدان میں بھی یہی فکری تضاد نمایاں ہے۔ مثلاً ایک طرف توحید کے شواہد، وحدتِ حقیقت کے اشارات، مورتی پوجا کی ممانعت اور روحانی پاکیزگی کے اصول ملتے ہیں، جبکہ دوسری طرف شرکیہ تصورات، بت پوجا، اوتار وادی عقائد اور ہزاروں خداؤں اور دیوی دیوتاؤں کا وجود مستحکم روایت بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہنسا اور اَہنسا کا اختلاف جہاں ایک طرف قربانی، ذبیحہ اور گوشت خوری کو جائز سمجھا گیا، وہیں دوسری طرف بعض مکاتبِ فکر نے اسے گناہِ عظیم اور روحانی زوال کی علامت قرار دیا یہ سب اس مذہب کے اندر ارتقا، تقسیم اور داخلی تنوع کی نشاندہی کرتے ہیں۔

یہ تمام اختلافات اس بات کی دلیل ہیں کہ ہندو مذہب کی ابتدا میں اگر کوئی بلند تر وحدانی تصور موجود تھا، تو وقت کے ساتھ ساتھ اس میں فلسفیانہ تعبیرات، دیوی دیوتاؤں

کے اوتار، جادو، مادّی و روحانی نظریات اور مختلف سماجی روایات نے اتنی آمیزش اختیار کر لی کہ اس کی اصل شکل تک براہِ راست رسائی تقریباً ناممکن ہوگئی۔ اس لیے علمی نقطۂ نظر سے ہندو مذہب کو ایک واحد منظم مذہب کے بجائے تاریخی تہذیبی مجموعہ (Civilizational Continuum) سمجھنا زیادہ درست ہے، جس میں مذہبی، سماجی اور فکری عناصر کا امتزاج ہے۔

البتہ ہندو مذہب کی قدیم کتب میں ایک تصور خدا اور رسالت جیسے متعدد شلوک، منتر اور اشارے ملتے ہیں، جو اس امکان کو تقویت دیتے ہیں کہ کسی نہ کسی دور میں یہ مذہب خالص توحید اور ایک اعلیٰ برتر خدا کے تصور پر قائم رہا ہوگا۔ مثلاً ویدوں میں ایکم سَت (سچائی ایک ہے) جیسے الفاظ کا استعمال، اور بعض مقامات پر مورتی پوجا کی ممانعت ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کا بنیادی پیغام وحدتِ خالق اور ہدایتِ الٰہی سے قریب تر رہا ہے۔ اگرچہ بعد کے ادوار میں اوتار واد، بت پرستی، شرکیہ مظاہر اور رسوم نے اس تصور کو دھندلا کر دیا۔

اسی طرح ہندو مذہب میں توحید اور شرک دونوں کو کسی نہ کسی درجے میں حق سمجھا جانے لگا۔ ایک طرف برہمن (اللہ کی مطلق وغیر مرئی ہستی) کا عقیدہ موجود ہے جو سراسر توحید پر مبنی ہے، تو دوسری طرف اوتاروں، دیوی دیوتاؤں اور مظاہرِ فطرت کی پرستش بھی مذہبی نظام کا حصہ بن گئی۔

خدا کے بارے میں ہندو فلسفہ کے دو بڑے تصورات

۱۔ نرگُن برہمن (Nirguna Brahman): یعنی خدا ایسا ہے جو صفات سے ماورا، ما فوق الفہم، غیر مرئی اور غیر محسوس ہے۔ وہ کسی شکل وصورت میں محدود نہیں ہوسکتا۔

۲۔ سگُن برہمن (Saguna Brahman): یعنی خدا وہ ہے جو صفات وکمالات سے متصف ہے، جو مخلوق کی رہنمائی کے لیے مختلف اوتاروں اور صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

یہ دونوں نظریات ہندو فلسفے کے اندر وحدت اور کثرت کے حسین مگر پیچیدہ

امتزاج کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ایک طرف ''اپنشدوں'' کی توحیدِ مطلق کی صدا ہے، تو دوسری جانب پرانوں اور گیتا میں مظاہرِ الوہیت کی رنگارنگی۔

ایک طرف خدا کی ذات کو عقل و فہم سے بالاتر مانا گیا ہے، تو دوسری طرف اس کی پرستش انسانی شکلوں میں کی جاتی ہے۔ اس فکری تضاد نے ہندو مذہب کو ایک روحانی تجربے کی وسعت تو عطا کی، لیکن اس کے نتیجے میں مذہب کا خالص توحیدی جوہر دھندلا گیا۔ اس طرح توحید کا تصور جہاں فلسفیانہ اور مابعد الطبیعی سطح پر قائم رہا، وہیں عوامی سطح پر بت پرستی، اوتار واد، اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا نے جگہ لے لی۔ اس طرح یہ مذہب ایک ایسے فکری دائرے میں داخل ہو گیا جس میں حق اور باطل، توحید اور شرک، معرفت اور وہم سب ملے جلے نظر آتے ہیں۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو اس تضاد میں بھی ایک عبرت انگیز پیغام پوشیدہ ہے کہ جب انسان وحی کی رہنمائی سے محروم ہو کر صرف اپنی عقل و وجدان پر بھروسہ کرتا ہے، تو سچائی کے ساتھ ساتھ گمراہی بھی جنم لیتی ہے۔

توحید کا نور

ہندو مذہب میں توحید کا نور بجھایا نہیں جا سکا، مگر شرک کے دھوئیں نے اسے دھندلا ضرور کر دیا۔ اس لئے کہ ان کی کتب میں آج بھی وہ فکری باقیات (Residual Traces) موجود ہیں جو اس بات کی یاد دلاتی ہیں کہ کبھی اس مذہبی نظام میں وحدانیت کی روشنی جلوہ گر تھی۔

اسی لیے علمی نقطۂ نظر سے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ہندو مذہب کی تہوں میں ایسی علامات موجود ہیں جو ممکنہ طور پر کسی اصل توحیدی تعلیم یا الہامی پس منظر کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اگرچہ اس کی قطعی تعیین وحی کے بغیر ممکن نہیں۔ اس بنیاد پر دعوتی حکمت یہ ہے کہ

ان بکھرے ہوئے توحیدی نقوش کو بنیاد بنا کر موجودہ قارئین تک اسلام کی اصل توحید، خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات اور قرآن کی محفوظ و قطعی ہدایت کو پیش کیا جائے، تاکہ وہ جس روشنی کی تلاش میں ہیں، اس کا کامل سرچشمہ قرآن وسنت کی صورت میں ان کے سامنے آئے۔

روشنی کی کرن

یہی وہ مقام ہے جہاں سے ایک داعی کے لیے روشنی کی کرن پھوٹتی ہے۔ کیونکہ جس مذہب میں اب بھی ''ایک خدا'' کا تصور کہیں نہ کہیں موجود ہے، وہاں دعوتِ توحید کی آواز بے اثر نہیں جا سکتی۔ اس لیے ہندو فلسفے میں توحید کے باقی ماندہ نقوش دراصل اس وحدانی سچائی کے نشانات ہیں جو کبھی کسی نبی کے ذریعے اس سرزمین پر اتری تھی اور آج بھی ان کے دلوں میں اس کی مدھم جھلک باقی ہے۔

ہندو مذہب کے فکری ارتقا، اس کے توحیدی نقوش اور شرکیہ مظاہر کے اس تاریخی جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان جب وحی کی روشنی سے دور ہو جائے تو اُس کے عقائد اور عبادات میں بگاڑ پیدا ہونا ایک فطری نتیجہ بن جاتا ہے۔ اگرچہ ہندو مذہب کی موجودہ شکل میں بے شمار عقائد اور رسومات شامل ہیں جن کی اصل متعین کرنا مشکل ہے، مگر اس کی بنیادی کتب میں پائے جانے والے توحیدی اشارات اس امکان کو زندہ رکھتے ہیں کہ اس مذہبی تہذیب کی جڑوں میں کسی نہ کسی دور میں خدائے واحد کی پہچان اور آسمانی رہنمائی کا تصور موجود رہا ہوگا۔ یہ اشارے مسلمانوں کے لیے قطعی دلیل نہیں، لیکن دعوت کے دروازے ضرور کھولتے ہیں جن کے ذریعے ہم اہلِ وطن کو یہ باور کرا سکتے ہیں کہ وہ سچائی جسے وہ جزوی طور پر تلاش کرتے آئے ہیں، وہ مکمل صورت میں قرآن اور سنت کے ذریعے آج بھی محفوظ اور روشن موجود ہے۔

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندو مذہبی کتب ایک نظر میں

ہندو دھرم کی مذہبی کتابیں دو بڑی اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہیں: (۱) شروتی (श्रुति) ''جو سنی گئی'' (۲) اسمرتی (स्मृति) ''جو یاد کی گئی''

۱۔شروتی (श्रुति) ''جو سنی گئی''

یہ وہ کتابیں ہیں جنہیں براہِ راست الہامی یا دیوی نور (پرکاش) سمجھا جاتا ہے۔انہیں سب سے مقدس اور بنیادی مانا جاتا ہے جیسے:

(الف): وید (वेद)

یہ ہندو دھرم کی سب سے قدیم اور بنیادی کتابیں ہیں۔ان کی تعداد چار ہے:

۱۔رِگ وید (ऋग्वेद): اس میں منتر (نعتیں) مختلف دیوتاؤں جیسے اگنی، اندر، سوریہ وغیرہ کی تعریف میں ہی یہ سب سے قدیم مذہبی کتاب (1500 ق.م)، ویدک مذہب کی بنیاد ہے۔

۲۔یجر وید (यजुर्वेद): اس میں قربانیوں (یگیہ) کے اصول اور طریقے یعنی مذہبی رسومات کے ضابطے بتائے گئے ہیں۔

۳۔سام وید (सामवेद): اس میں منتر واشلوک گانے کے انداز میں ہیں، یہ مذہبی موسیقی اور منتر گائیکی کی بنیاد ہے۔

۴۔اتھر وید (अथर्ववेद): اس میں جادو، بیماریوں کے علاج، گھریلو منتر، روزمرہ کی دعائیں ہیں اس میں عوامی مذہب اور ابتدائی سائنسی سوچ کی جھلک ہے۔

(ب): برہمن، آرنیک، اور اُپنشد (उपनिषद्--आरण्यक--ब्राह्मण)

یہ ویدوں کی تشریحات اور فلسفیانہ حصے ہیں جیسے:

(۱) برہمن (ब्राह्मण)

اس میں ویدوں کی رسومات کی وضاحت، یگیہ (قربانی) کے قواعد ہیں۔

(۲) آرنیک (आरण्यक)

اس میں عبادت کے روحانی پہلو، جو جنگلوں میں رہنے والے سنتوں نے لکھے ہیں۔

(۳) اُپنشد (उपनिषद्)

فلسفیانہ تعلیمات: اس میں برہم (کائناتی روح)، آتما (انسانی روح)، موکش (نجات) وغیرہ کا ذکر ہے۔

نوٹ: انہیں ''ویدانت'' بھی کہا جاتا ہے۔یہی کتابیں بعد میں ہندو فلسفہ (Vedanta) کی بنیاد بنیں۔

۲۔اسمرتی (स्मृति) ''جو یاد کی گئی''

یہ وہ کتابیں ہیں جنہیں انسانوں نے ویدوں کی روشنی میں لکھا۔یہ ہندو معاشرت، قانون، اور تاریخ کا مجموعہ ہیں۔

(الف): دھرم شاستر (धर्मशास्त्र)

یعنی اسمرتیاں جنہیں دھرم شاستر اسمرتی کہا جاتا ہے۔روایتی ہندو روایت میں نو سمرتیوں کو دھرم شاستر کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے یہ وہی نو بنیادی قانونی گرنتھ ہیں جن سے ہندو ''دھرم شاستر'' کا نظام وجود میں آیا۔اس کے تحت اسمرتی آتی ہیں جیسے:

۱۔منو اسمرتی (मनुस्मृति)

۲۔یاجنو لکیہ اسمرتی (याज्ञवल्क्यस्मृति)

۳۔نارد اسمرتی (नारदस्मृति)

۴۔ پاراشر اسمرتی (पाराशरस्मृति)

۵۔ برہسپتی اسمرتی (बृहस्पतिस्मृति)

۶۔ کاتیائن اسمرتی (कात्यायनस्मृति)

۷۔ آپستمب دھرم سوتر (आपस्तम्ब धर्मसूत्र)

۸۔ گوتم دھرم سوتر (गौतम धर्मसूत्र)

۹۔ وسشٹھ اسمرتی (वसिष्ठ स्मृति)

سب سے مشہور منو اسمرتی ہے جس میں سماجی قانون، ذات پات، عورتوں کے حقوق، اخلاق، اور فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ اسے ''ہندو قانون کی بنیاد'' کہا جاتا ہے۔

(ب): اتہاس (इतिहास)

۱۔ رامائن (रामायण)

مصنف: والمی کی (महर्षि वाल्मीकि) موضوع: اس میں رام چندر جی کی زندگی، سیماں تک وفاداری، اور دھرم کی حفاظت کا ذکر ہے۔

۲۔ مہابھارت (महाभारत)

مصنف: ویاس جی (महर्षि वेदव्यास) موضوع: اس میں کورو اور پانڈو خاندانوں کی جنگ نیکی و بدی کی کشمکش کا ذکر ہے۔

۳۔ بھگوت گیتا (भगवद्गीता)

مصنف: ویاس جی (مہابھارت کا حصہ) اس میں مکالمہ ہے کرشن اور ارجن کے درمیان کا۔ اس کا موضوع کرم، ایمان، فرض، اور موکش ہے۔

۴۔ پران (पुराण)

ان کی تعداد 18 بڑی اور 18 چھوٹی ہے۔ ان میں کائنات کی تخلیق، دیوتاؤں کی کہانیاں، اور اخلاقی سبق شامل ہیں۔ مشہور پران: وشنو پران، شیو پران، بھاگوت

پران۔اس میں عام لوگوں کے لیے مذہبی کہانیوں کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔
یہ اٹھارہ (۱۸) پران ہیں جنہیں سنسکرت میں अष्टादश पुराण کہا جاتا ہے۔

۱۔وشنو پران(विष्णु पुराण)	۲۔بھاگوت پران(भागवत पुराण)
۳۔نارد پران(नारद पुराण)	۴۔گرڑ پران(गरुड पुराण)
۵۔پدم پران(पद्म पुराण)	۶۔ورہ پران(वराह पुराण)
۷۔متسیہ پران(मत्स्य पुराण)	۸۔برہما پران(ब्रह्म पुराण)
۹۔برہمانڈ پران(ब्रह्माण्ड पुराण)	۱۰۔برہماویورت پران(ब्रह्मवैवर्त पुराण)
۱۱۔مارکنڈیہ پران(मार्कण्डेय पुराण)	۱۲۔بھوشیہ پران(भविष्य पुराण)
۱۳۔وامن پران(वामन पुराण)	۱۴۔شیو پران(शिव पुराण)
۱۵۔لِنگ پران(लिङ्ग पुराण)	۱۶۔اسکنڈ پران(स्कन्द पुराण)
۱۷۔اگنی پران(अग्नि पुराण)	۱۸۔وایو پران(वायु पुराण)

۵۔آگم(आगम)

یہ ہندودھرم کی وہ مذہبی اور روحانی کتابیں ہیں جو خاص طور پر عبادت، مندر، دیوی دیوتاؤں کی پوجا، یوگ، دھیان، منتر، تنتر اور روحانی سادھنا کے اصول بیان کرتی ہیں۔

۱۔شَیو آگم(शैव आगम)
۲۔ویشنو آگم(वैष्णव आगम)
۳۔شاکت آگم(शाक्त आगम)

۶۔درشن(दर्शन)

ہندو مذہب میں ''درشن'' سے مراد وہ فلسفیانہ مکاتبِ فکر ہیں جو کائنات، روح، خدا، زندگی، موت، نجات(मोक्ष)، کرم(कर्म) اور انسانی حقیقت کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ہندو فلسفہ میں چھ بنیادی فلسفیانہ نظام پائے جاتے ہیں جنہیں ''شڈ درشن

(षड्दर्शन)''یعنی''چھ فلسفے''کہا جاتا ہے۔

۱۔ نیایہ درشن (न्याय दर्शन)

۲۔ ویشیشک درشن (वैशेषिक दर्शन)

۳۔ سانکھیا درشن (सांख्य दर्शन)

۴۔ یوگ درشن (योग दर्शन)

۵۔ میمانسا درشن (मीमांसा दर्शन)

۶۔ ویدانت درشن (वेदान्त दर्शन)

(Radhakrishnan, The Hindu View of Life, Papge 20-25)
(Swami Vivekananda, Complete Works, Vol. 3)

ہندو مذہب کی بنیاد

ہندو مذہب کی بنیاد چار ویدوں پر ہے، جنہیں ہندو روایت میں دائمی ایشوری گیان (الہامی علم) اور ہدایت کا اولین سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ ہندو سماج کے تقریباً تمام مکاتبِ فکر چاہے وہ فلسفیانہ تحریکیں ہوں یا عوامی مذہبی دھارے کسی نہ کسی درجے میں اپنی نسبت اور استناد ویدوں ہی سے جوڑتے ہیں۔ ہندو علماء کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وید انسانی تاریخ کا قدیم ترین کلام ہے، جو اصل میں سنسکرت میں نازل یا ظہور پذیر ہوا اور ہزاروں برس تک سینہ بہ سینہ روایت کے ذریعے منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ صرف تقریباً دو صدی قبل اسے منظم طور پر جمع کیا گیا اور کتابی شکل دی گئی۔

ویدوں کی تدوین وحفاظت کے سلسلے میں مستشرقین اور محققین جیسے ابوریحان البیرونی، میکس ملر اور اے۔ ڈیو بائر کے نام قابلِ ذکر ہیں، جنہوں نے سنسکرت زبان میں مہارت حاصل کر کے اس متن کی جمع وتدوین اور ترجمہ کے کام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ویدوں کے علاوہ ہندو مذہب کی دیگر قدیم کتابیں جیسے اپنشد، پران، برہمن اور آرنیک بنیادی طور پر انہی ویدوں کی توضیح، تشریح یا فکری توسیع ہیں، اور ہندو علماء کی بڑی تعداد انہیں

براہِ راست الہامی یا آسمانی کتابیں نہیں مانتی بلکہ ثانوی حیثیت کی حامل قرار دیتی ہے۔ ویدوں کی صحیح عمر، تاریخی آغاز اور اصل ماخذ پر اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، اسی طرح ان میں منتر (اشلوک/آیات) کی کل تعداد کے بارے میں بھی کوئی قطعی اتفاق نہیں؛ تاہم یہ بات مسلم ہے کہ ہندو مذہب میں ویدوں کو چار مجموعوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ رِگ وید (ऋग्वेद)

رِگ وید (Rig Veda) ہندو ویدک ادب کا قدیم ترین اور بنیادی صحیفہ سمجھا جاتا ہے، جس کی ترتیب بیشتر محققین کے مطابق تقریباً 1500 تا 1200 قبل مسیح کے درمیان ہوئی، اگرچہ بعض اسے اس سے بھی قدیم قرار دیتے ہیں۔ یہ ابتدا میں صدیوں تک زبانی روایت (Oral Tradition) کے طور پر محفوظ رہا اور بعد میں تحریری شکل اختیار کی۔ رِگ وید منتر، اشلوک اور بھجن پر مشتمل ہے جن میں کائنات کی تخلیق، خالقِ حقیقی، عبادت کے مفاہیم، انسان اور خدا کے باہمی تعلق جیسے موضوعات پر بحث ملتی ہے؛ اس میں بعض مقامات پر ایک اعلیٰ خدا یا واحد حقیقت کی طرف توحیدی اشارے ملتے ہیں تو کہیں کثرتِ الٰہیات اور دیوی دیوتاؤں کے تصورات بھی موجود ہیں، جو اس کی فکری ارتقائی نوعیت اور تاریخی تغیرات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اسی امتزاج کی وجہ سے اسے ہندو مذہب کا فکری و مذہبی محور کہا جاتا ہے اور ویدی روایت کے تقریباً تمام بڑے فرقے اپنی فکری نسبت کسی نہ کسی صورت رِگ وید سے کرتے ہیں۔

۲۔ یجر وید (यजुर्वेद)

یَجُر وید (Yajur Veda) ہندو مذہب کا یہ وہ ویدک صحیفہ ہے جو مذہبی رسومات، قربانی (یَجّیہ)، پجاری نظام اور عبادت کے عملی قوانین پر مشتمل ہے، اور اسی لیے اسے ہندو مذہبی ڈھانچے کی عملی بنیاد قرار دیا جاتا ہے؛ یہ رِگ وید میں مذکور عقائد اور نظریات کی عبادتی و رسمی تطبیق فراہم کرتا ہے۔ اس کی ترتیب کو عموماً رِگ وید کے بعد کا تاریخی مرحلہ سمجھا جاتا ہے، اور اس کے مضامین قدیم مذہبی ریاستی نظام (Priestly Structure) اور اس کے ارتقا

کی عکاسی کرتے ہیں، جو بعد میں سماجی تقسیم اور برہمنیت کے طبقاتی تصور سے جڑ گیا۔ یجر وید کی اہمیت اس لحاظ سے مرکزی ہے کہ ہندو مذہب میں قربانی، پوجا اور رسمیات کے بنیادی اصول اسی متن پر استوار ہیں، اور ویدک مذہبی قانون اور روحانی رسومات کے منظم ہونے میں اس کا کردار بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔سام وید(सामवेद)

سَام وید(Sama Veda) یہ ویدک صحیفوں میں نغماتی وِد کے طور پر معروف ہے، جس میں زیادہ تر رِگ وید کے اشلوک کو مخصوص راگ اور سُر یلے آہنگ کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے، اسی بنا پر اسے ہندو مذہبی موسیقی، بھجن، کیرتن اور مندر کی نغماتی عبادات کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تشکیل مذہبی موسیقی اور راگوں کے تنظیمی مراحل سے گزرتے ہوئے ہوئی، اور کئی محققین کے نزدیک یہی متن ہندوستانی کلاسیکی موسیقی کی بنیاد کا نقطہ آغاز ہے۔

سام وید کی اہمیت اس میں ہے کہ یہ ہندو مذہب میں موسیقی، نغمہ اور عبادت کے باہمی تعلق کی نمائندگی کرتا ہے، اور مندر کے گیتوں، پوجا کے ترنم اور مذہبی نغموں میں اس کے اثرات آج بھی واضح طور پر محسوس کیے جاتے ہیں، اسی لیے اہلِ علم کی ایک جماعت اسے ''روحانی موسیقی کا مصدر'' بھی قرار دیتی ہے۔

۴۔اتھروید(अथर्ववेद)

اتھر وید(Atharva Veda) چاروں ویدوں میں یہ سب سے منفرد اور متنوع نوعیت کا حامل متن ہے، جس میں دعائیں، تعویذات، طِبّی وطبعی منتر، جادو، آسیب، شفا، بیماریوں کے علاج اور معاشرتی مسائل سے متعلق مواد شامل ہے، یوں یہ پیدائش سے موت تک روزمرہ انسانی زندگی اور مذہبی احتیاجات کا ایک عملی نقشہ پیش کرتا ہے۔ اس کے مضامین میں جہاں ویدی تعلیمات ملتی ہیں وہیں مقامی روایات، دیسی توہمات اور لوک عقائد کی آمیزش بھی نمایاں ہے، اسی لیے بعض ہندو مکاتب نے اسے دیر سے شامل ہونے والا یا

ثانوی درجہ رکھنے والا متن تصور کیا، اگرچہ بعد میں اسے چوتھے وید کے طور پر تسلیم کرلیا گیا۔

اتھر وو وید کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ہندو معاشرتی مذہبیت (Popular Religion) اور ویدی مذہبی فکر کے عملی و نفسیاتی پہلوؤں کو سامنے لاتا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ویدک مذہب صرف دیوی دیوتا کا فلسفہ نہیں بلکہ روزمرہ انسانی تجربات، سماجی حقائق اور معاشرتی رسوم کا آئینہ بھی رہا ہے؛ اسی لیے اس کا مطالعہ ہندو مذہب کے فکری ارتقا، ثقافتی اختلاط اور تاریخی تشکیل کو سمجھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

ویدوں کی تدوین

تحقیقی طور پر ویدوں کا دور تقریباً 1500 قبلِ مسیح سے 1000 قبلِ مسیح کے درمیان مانا جاتا ہے۔ یہ زمانہ آریہ قوم کے ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد کا ہے۔ ابتدائی طور پر وید زبانی طور پر یاد کیے گئے اور نسلاً بعد نسلٍ سنائے گئے (Oral Tradition)۔ یہ عمل برہمنوں اور رشیوں کے ذریعے صدیوں تک جاری رہا۔ لکھائی کی صورت میں یہ متون بعد میں 1000 تا 500 قبل مسیح کے دوران مختلف گروہوں نے ترتیب دیے۔ وید (Vedas) ویدک سنسکرت (Vedic Sanskrit) زبان میں لکھے گئے، اور ہر وید مخصوص مذہبی، فلسفیانہ اور عملی موضوعات پر مبنی ہے۔

(Early India, From the Origins to AD 1300, Page 40-43)

مراقبے اور روحانی ادراک کے ذریعہ ویدوں کا نزول

ہندو عقیدے کے مطابق وید کسی ایک شخص یا نبی پر نازل نہیں ہوئے، بلکہ یہ مختلف رشیوں یعنی پاک دل، سچائی پرست اور اہلِ وجدان افراد پر سنے گئے۔ اسی لیے انہیں شروتی (Śhruti) کہا جاتا ہے، یعنی ''جو سنی گئی''۔ یہ رشی اپنے گہرے مراقبے اور روحانی ادراک کے ذریعے برہمن (خالقِ کائنات) کے علم کو ''سُن کر'' انسانیت تک پہنچانے والے مانے جاتے ہیں۔ ان معروف رشیوں میں وشوامتر، اگستیہ، وششتھ، انگرس،

بھاردواج، اور اتھرون شامل ہیں۔ ہر رشی نے اپنے ''سنے ہوئے منتر'' کو اپنی اولاد یا شاگردوں کے ذریعے آگے پہنچایا۔ اس طرح ویدوں کی تدوین اور بقاء ایک زبانی روایت کے طور پر ہزاروں سال تک جاری رہی۔

(S. Radhakrishnan, Indian Philosophy, Vol. 1 Page 42)

14 مُنی اور 23 ہزار سال

ہندو عقیدہ کے مطابق ''وید 14 منیو پر 23 ہزار سالوں میں نازل ہوا'' اس عقیدے کا ذکر بعض پرانوں، اسمرتیوں، اور روایتی ہندو گرنتھوں میں ضرور ملتا ہے، لیکن یہ ایک مذہبی یا پُرانک (Mythological) تصور ہے، نہ کہ تاریخی یا لسانی طور پر ثابت شدہ حقیقت جیسے:

روایتی ہندو عقیدہ (Mythological Belief) کے مطابق

ہندو مذہب کے مطابق، دنیا بار بار پیدا اور فنا ہوتی ہے، جسے کلپ (Kalpa) کہا جاتا ہے۔ ہر کلپ میں ایک منو پیدا ہوتا ہے، جو اُس دور کا پہلا انسان اور ''دھرم شاستر'' دینے والا ہوتا ہے۔ کل کائنات میں 14 منو بتائے گئے ہیں اور ہر منونتر (Manvantara) ایک الگ زمانہ کہلاتا ہے۔ ہر منونتر کا دور تقریباً 71 یُگ چکروں پر مشتمل ہوتا ہے یعنی لاکھوں سال۔

بعض پرانوں میں کہا گیا ہے کہ انہی 14 منوؤں کے ادوار میں ویدوں کی تجدید (Revelation or Rehearing) ہوتی رہی۔ یعنی وید صرف ایک بار نہیں بلکہ ہر منو کے دور میں ''پھر سے سنے'' گئے۔ اس لحاظ سے بعض پنڈت و روایتی مصنفین لکھتے ہیں کہ ویدوں کا نزول یا سننا 23 ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ پرانا ہے۔

(Bhagavata Purana, Skandha 8, Adhyaya 1-13)
(Manu Smriti, Ch. 1, Verses 61-63)
(Vishnu Purana, Book III, Ch. 2)

● ''چودہ منو مختلف یُگوں میں پیدا ہوں گے، ہر ایک اپنے زمانے میں ویدوں کی تعلیم دوبارہ قائم کرے گا''۔ (Manusmriti 1.61-63)

● ان روایات کے مطابق وید ازلی (Eternal) اور ہر یُگ میں دوبارہ ظاہر ہونے والا علم ہے یعنی ''23 ہزار سال'' کا تصور یُگ چکر کی بنیاد پر ایک مذہبی عقیدہ ہے، نہ کہ تاریخی حقیقت۔

مہارشی دیانند سرسوتی کے مطابق ویدوں کا نزول

وید کب نازل ہوئے کلپ (یُگ) کے حساب سے:

''جب یہ نیا کلپ شروع ہوا، اُس وقت پرماتما نے اگنی، وایو، آدتی اور انگِرا رِشیوں کے ہردے میں ویدوں کا گیان پرکاش کیا''۔

(ستیارتھ پرکاش، باب 8، شلوک 7-8) (یجر وید، حصہ ا، صفحہ 9-10) (رِگویدادی بھاشیہ بھومکا، صفحہ 6-8)

تشریح: مہارشی دیانند سرسوتی کے مطابق: ایک ''کلپ'' یعنی برہما کا ایک دن = 4 کروڑ 32 لاکھ سال (4,32,00,000 سال) ہے۔ موجودہ ''کلپ'' کی ابتدا میں ہی وید نازل ہوئے۔ اور دیانند کے مطابق اس موجودہ کلپ کے آغاز کو اب تقریباً 1,97,29,494 سال گزر چکے ہیں۔ یعنی دیانند سرسوتی کے حساب سے وید تقریباً 1 کروڑ 97 لاکھ 29 ہزار 494 سال قبل نازل ہوئے۔

The Vedas were revealed by God to the four Rishis, Agni, Vayu, Aditya and Angira, at the behinning of the present creation cycle about 1,97,29,494 year ago.

(The Philosopy of the Vedas--by Swami Dayananda Saraswati------Rishi Nand Kishore, 1915, Page 42-45)

ترجمہ: ''ویدوں کا الہام پرمیشور نے چار رشیوں کو اس موجودہ سرشٹی (کائنات) کے آغاز میں تقریباً 1,97,29,494 سال قبل عطا کیا''۔

دیانند جی کے مطابق ویدوں کا ظہور

''پرمیشور نے جب سنسار (دنیا) کی رچنا کی، تب ہی منوشیہ کے ہردے میں

ویدوں کا گیان پرکاش کیا، جیسے ماں کے گربھ سے بالک کے جنم کے ساتھ ہی دودھ تیار ہوتا ہے''۔

(ستیارتھ پرکاش، باب 11، صفحہ 403، ایڈیشن: آریہ پرکاش مندر، دہلی)

تشریح: یعنی ان کے مطابق انسان کے وجود کے ساتھ ہی ویدوں کی وحی (نزول) ہوئی یعنی وید انسانی تاریخ کے آغاز کے ساتھ ہی نازل ہوئے۔

تاریخی نقطۂ نظر

تاریخی تحقیق، لسانیات (Philology) اور آثارِ قدیمہ کے مطابق ویدوں کی تشکیل 1500 ق.م سے 800 ق.م کے درمیان ہوئی۔ یہ آریہ رشیوں نے ''سنے'' اور زبانی طور پر نسل در نسل منتقل کیے۔ ''14 منو'' یا ''23 ہزار سال'' والا نظریہ پُرانک علامتی تصور ہے، جسے کسی سائنسی یا تاریخی بنیاد پر تسلیم نہیں کیا گیا۔

علمائے ہند جیسے ڈاکٹر ایس۔ رادھا کرشنن، آر ایس شرما، اور اے۔ ایل۔ بشم صاف طور پر لکھتے ہیں کہ:

''ویدک عہد کی زمانی حدود 1500 تا 600 قبلِ مسیح ہیں، اس سے قبل ویدوں کا کوئی مادی یا لسانی ثبوت موجود نہیں۔

(A.L. Basham, The Wonder That Was India, Page 38-40)
(R.S. Sharma, India's Ancient Past, Page 60-63)
(S. Radhakrishnan, Indian Philosophy, Vol. 1, Page 42)

❁❁❁

حصہ دوم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر
ویدوں کی دنیا میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ویدوں کی دنیا میں

انسان کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ وہ نفس کے یادگار دھوکے میں آ کر اپنی خواہشات کو ہی حق سمجھ بیٹھتا ہے، حالانکہ صحیح علم محض عقل یا تجربے کا نام نہیں بلکہ اس کا لازمی جز علمِ الٰہی ہے۔ اور علمِ الٰہی کا حقیقی اور محفوظ منبع ہمیشہ سے انبیا علیہم السلام رہے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے نبی ہی کو نہ پہچانے، تو پھر اس کی تعلیمات، اس کی ہدایت اور اس کے پیغام تک رسائی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ یہی وہ بنیادی محرومی ہے جس کا شکار ہمارے اہلِ وطن خصوصاً رہے ہیں۔

یہ حقیقت تاریخ، عقل اور وحی تینوں سے ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایک قوم، نسل یا خطے کے رسول نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے مبعوث کیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنے مسلمانوں کے رسول ہیں، اتنے ہی غیر مسلموں کے بھی ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام انسان ہونے کی بنیاد پر مخاطب کرتا ہے، نہ کہ کسی خاص مذہبی شناخت کی بنیاد پر۔

ان اصولوں کو سامنے رکھ کر جب ہم ویدوں کا سنجیدہ مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں مختلف مقامات پر ''نراشنس'' (نَر + اَشنس = وہ جس کی تعریف کی جائے) جیسے الفاظ سے سابقہ پڑتا ہے۔ ویدک متون میں نراشنس کے حوالے سے جو اوصاف اور اشارات ملتے ہیں، وہ قاری کے دل میں یہ جستجو پیدا کرتے ہیں کہ آخر یہ عظیم ہستی کون ہے جس کے آنے کی خبر دی جا رہی ہے؟ یہ جستجو محض لسانی یا فلسفیانہ نہیں بلکہ ایک وجودی سوال بن جاتی ہے، یعنی آخری رسول کو پہچاننے کا سوال۔

اس سلسلے میں دو بڑی ذمہ داریاں سامنے آتی ہیں:

۱۔غیر مسلم بھائیوں کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ حق کی تلاش میں تعصب، وراثتی جمود اور سماجی دباؤ سے اوپر اٹھ کر ہر ممکن قربانی دیتے، اور اس آخری رسول کو پہچاننے کی سچی کوشش کرتے، جس کی آمد کا ذکر ان کے مذہبی صحائف میں موجود ہے۔

۲۔مسلمانوں کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ حضرت محمد ﷺ کا جامع، مدلل اور اخلاقی تعارف دنیا کی تمام اقوام کے سامنے پیش کرتے، صرف جذباتی نعروں کے ذریعے نہیں بلکہ علم، کردار اور دلیل کے ساتھ۔

اگر حقیقت منکشف ہو جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دنیا کی بہت سی قومیں ایک عظیم ہستی کے انتظار میں رہی ہیں۔ اگر انہیں یہ حقیقت معلوم ہو جائے کہ ''جن نراشنس کے ہم منتظر تھے، وہ تو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لا چکے ہیں'' تو بعید نہیں کہ دلوں کے بند دروازے کھل جائیں تعصب کی دیواریں گر جائیں اور پوری قوم کے لئے حق کا راستہ آسان ہو جائے۔

ویدوں میں لفظ نراشنس کا ذکر

नराशंसं मिहाप्रियं अस्मिन् यज्ञे उप ह्वये।

(ऋग्वेद संहिता 1:13:3)

अनुवाद- मनुष्य द्वारा प्रशंसित प्रिय अग्नि को इस यज्ञ-स्थान में बुलाता हूँ।

(अनु0—पं0 श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: میں انسانوں کے ذریعہ تعریف کئے ہوئے محبوب کو بلاتا ہوں، اس یجّن کے مقام پر۔ (رِگ وید سنہتا، منڈل 1، سوکت 13، منتر 3)

وضاحت: اس منتر میں نراشنس بطورِ صفت آیا ہے رِگ وید کے سیاق میں اسے اکثر اَگنی کے ساتھ جوڑا گیا ہے تاہم ویدک ادب میں نراشنس ایک ایسا وصف ہے جو تعریف یافتہ عظیم ہستی کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے اسی بنا پر بعض محققین نے اسے نبوتِ آخرالزماں کے تناظر میں زیرِ بحث لیا ہے، مگر یہ بات علمی دائرے میں احتمال

(possibility) کے طور پر کہی جاتی ہے، قطعی دعویٰ کے طور پر نہیں۔

نراشنس (नराशंस) لفظ کی لفظی ونحوی ترکیب

لفظ نراشنس (नराशंस) کی لغوی ونحوی تحقیق کرتے ہوئے متعدد معروف سنسکرت علماء، بالخصوص پنڈت تھیم کرن ورما، پنڈت راجا رام اور ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے نے اپنی مشہور تصنیف ''نراشنس اور انتم رشی (کلکی اوتار اور محمد صاحب)'' میں اس نتیجے کو واضح دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ویدک لفظ نراشنس درحقیقت آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر صادق آتا ہے۔

ا۔ لفظی ترکیب (Etymology)

لفظ نراشنس دو سنسکرت الفاظ سے مرکب ہے:

نر (नर) = انسان

آشنس (आशंस / शंस) = تعریف کیا ہوا، سراہا گیا

یہاں آشنس خالص ویدک زبان کا لفظ ہے، لوکِک (عام بول چال) سنسکرت کا نہیں۔ اس طرح نراشنس کے لغوی معنی بنتے ہیں: تعریف کیا ہوا انسان/ وہ انسان جس کی کثرت سے تعریف کی جائے۔

۲۔ نحوی بحث (سماس کی نوعیت)

بعض اہلِ قلم نے نراشنس کے معنیٰ: ''انسانوں کی تعریف'' یا ''انسانوں کے ذریعہ تعریف کیا ہوا''۔ بیانکیا ہے، لیکن یہ دونوں معنی سنسکرت قواعد کے مطابق درست نہیں ٹھہرتے۔

اگر پہلا معنیٰ لیا جائے تو وہ ششٹھی تتپرُش سماس (षष्ठी तत्पुरुष समास) سے نکلتا ہے، جبکہ حقیقت میں نراشنس نہ تو ششٹھی تتپرش ہے اور نہ ترتیہ تتپرش۔

● ڈاکٹر ایم ۔اے ۔شری واستو اورڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کے مطابق:نراشنس دراصل ''کرم دھارے سماس'' (कर्मधारय समास) ہےجس کی درست ترکیب(विग्रह-विच्छेद/विग्रह)یہ ہے:

:रیعنی:وہ انسان جوتعریف کیا ہوا ہے۔ च सः आशंसः

(ڈاکٹر ایم ۔اے ۔شری واستو اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ'' کے صفحہ نمبر 9)

●دیانند سرسوتی جی نراشنس لفظ کا مطلب انسانوں کے ذریعہ تعریف کیا ہوا بتایا ہے:

"नराशंस " शब्द का अर्थ स्वामी दयानन्द सरस्वती ने भी मनुष्यों द्वारा प्रशंसित बताया है।

(ऋग्वेद हिन्दी भाष्य, पृ० 25,प्रकाशकःसार्वदेशिक आर्य प्रतिनिधि सभा)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: نراشنس کسی عام تعریف کا نام نہیں بلکہ ایک خاص شخصیت(Proper Noun)کی طرف اشارہ ہےجس کی تعریف خودلفظ کے اندر مضمر ہے۔

۳۔نراشنس کسی دیوتا کا نام نہیں

یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے کہ: لفظ نراشنس کوکسی دیوتا کے معنی میں لینا درست نہیں کیونکہ لفظ نرنہ توکسی دیوتا کا مترادف(पर्यायवाचक)ہے،نہ ہی یہ دیوی دیوتاؤں کی کسی خاص نسل(देवयोनियाँ)کےتحت آتا ہے۔یہ بات امرکوش اور دیگر مستند سنسکرت لغات سے بھی ثابت ہے کہ:نر = انسان اور اس کا اطلاق دیوتاؤں پر نہیں ہوتا۔لہٰذا نراشنس کا مفہوم خود اس امر کو واضح کرتا ہے کہ:''وہ ہستی جس کی تعریف کی جارہی ہے،انسان ہے نہ کہ کوئی دیوتا''۔

वद्याधरोऽप्सरो यक्षरक्षोगन्धर्व किन्नरः।
पिशाचो गुह्यकः सिद्धो भूतोऽमौ देवयोनयः॥

(अमर कोश स्वर्ग-वर्ग ११ वाँ श्लोक)

ترجمہ:وِدّیادھر(विद्याधर)،اپسرس(अप्सरस्)،یکش(यक्ष)،راکشش/راکشس (राक्षस)،گندھرو(गन्धर्व)،کنّر (किन्नर)،پِشاچ(पिशाच)،گُہیک /گُہیاک

(गुह्यक)، سدّھ (सिद्ध) اور بھوت (भूत) یہ سب دیوی (دیوتاؤں) کی اقسام میں شمار ہوتے ہیں۔ (امَرکوش-سورگ ورگ، شلوک نمبر:11)

اَمرکوش کے اس شلوک میں دیوتائی یا ماورائی مخلوقات کی متعین فہرست دی گئی ہے۔ یہ سب ہندومت کی کلاسیکی روایت میں دیوتاؤں یا دیوتائی نسل (देवयोनय:) سے وابستہ ماورائی مخلوقات سمجھی جاتی ہیں، اور اس جامع فہرست میں نراشنس (नराशंस) کا عدمِ ذکر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نراشنس کسی دیوتا یا فوق الفطری نوع کا نام نہیں بلکہ لغوی اعتبار سے انسانی وصف پر دلالت کرنے والا لفظ ہے۔

تحقیقی خلاصہ

یعنی امَرکوش کے سورگ ورگ کی مستند درجہ بندی کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ: نراشنس کسی بھی دیوتائی یا فوق الفطری نوع (Species) میں شامل نہیں سنسکرت لغت اور ترکیب کے مطابق نراشنس کا اطلاق انسان پر ہوتا ہے لہٰذا نراشنس کو دیوتا قرار دینا لغوی، نصی اور علمی اصولوں کے خلاف ہے اس بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ: نراشنس ایک انسانی وصف رکھنے والی شخصیت کا عنوان ہے، نہ کہ کسی دیوتا یا ماورائی مخلوق کا نام۔

نراشنس خالص ویدک لفظ ہے اس کے معنی ہیں: تعریف کیا ہوا انسان۔ یہ لفظ نحوی طور پر کرم دھارے سماس ہے۔ اس کا اطلاق کسی دیوتا پر نہیں بلکہ ایک عظیم انسانی شخصیت پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد سنسکرت علما نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کے عین مطابق قرار دیا ہے۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نراشَنس کی خصوصیات

نراشَنس کے بارے میں اس کی خصوصیات کا ذکر تفصیل کے ساتھ ویدوں میں موجود ہے۔ ان میں سے چند اہم خصوصیات کا ذکر اتھر وید کے دوسرے کھنڈ کے صفحہ نمبر 1060 پر اور رگ وید، بھاگ ایک، پرتھم کھنڈ 3:13:1 میں پنڈت شری رام شرما آچاریہ جی کے ہندی ترجمہ (ناشر: ڈاکٹر چمن لال گوتم، سنسکرت سنستھان بریلی، 2002) میں جو خصوصیات بیان کی ہیں ان سب کو الگ الگ نمبر کی شکل میں درج کیا جاتا ہے:

नराशंस मिहप्रिय.......................

(۱)**ترجمہ**:''انسانوں کی طرف سے تعریف کیا جانے والا اور محبوب''۔

(رگ وید، منڈل 1، سوکت 13، منتر 3، حصہ اوّل، پہلا کھنڈ، صفحہ نمبر 47)

(مرتب: پنڈت شری رام شرما آچاریہ، ناشر: ڈاکٹر چمن لال گوتم، سنسکرت سنستھان بریلی-2002)

उष्ट्रा यस्य प्रवाहणो..

(۲)**ترجمہ**:(نراشَنس سواری کے طور پر) اونٹوں کو استعمال کرے گا۔

(اتھر وید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 2، حصہ اوّل، دوسرا کھنڈ، صفحہ نمبر 1058)

............मधुजिहवं हविष्कृतम्।।

(۳)**ترجمہ**: نراشَنس 'مدھوجیہوا' یعنی میٹھی زبان والا ہوگا۔

(رگ وید، منڈل 1، سوکت 13، منتر 3، حصہ اوّل، صفحہ نمبر 48)

नराशंस प्रति धामान्यजन तिस्रो दिवः प्रतिमहा स्वर्चिः।

(۴)**ترجمہ**: نراشَنس نہایت خوبصورت اور علم کو پھیلانے والا ہوگا۔

(رِگ وید، منڈل 2، سوکت 3، منتر 2، حصہ اوّل، صفحہ نمبر 371)

नराशंस वाजिनं वाजयत्रिह........................

(۵)**ترجمہ:** نراشَنس لوگوں کو گناہوں سے نکالے گا۔

(رِگ وید، منڈل 1، سوکت 106، منتر 4، حصہ اوّل، صفحہ نمبر 205)

एषा इषाय मामहे........................

(۶)**ترجمہ:** نراشَنس کا ایک دنیاوی نام ''مامہے'' ہوگا۔

(اتھر وو ید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 3، حصہ دوم، صفحہ نمبر 1059)

एषा इषाय मामहे शतं निष्कान्......

(۷)**ترجمہ:** نراشَنس کو سونشک (سونے کے سکے/ ہار) دیے جائیں گے۔

(اتھر وو ید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 3، حصہ اوّل، صفحہ نمبر 1059)

....दश स्रज:

(۸)**ترجمہ:** نراشَنس دس مالاؤں والا ہوگا۔

(اتھر وو ید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 3، حصہ اوّل، صفحہ نمبر 1059)

....दश गोनाम्

(۹)**ترجمہ:** نراشَنس دس ہزار گایوں کا مالک ہوگا۔

(اتھر وو ید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 3، حصہ اوّل، صفحہ نمبر 1059)

(۱) نراشَنس اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خصوصیات میں مماثلت

نراشَنس کی صفات میں سب سے پہلی اہم صفت یہ ہے کہ اس کی تعریف کی جائے گی۔ مثال کے طور پر:

नराशंस मिहप्रिय........................

ترجمہ: انسانوں کی طرف سے تعریف کیا جانے والا اور محبوب۔

(رِگ وید، حصہ اوّل، منڈل 1، سوکت 13، منتر 3)

لفظ نراشنس اور لفظ محمد میں معنوی مماثلت

لفظ محمد اور سنسکرت لفظ نراشنس کا معنیٰ علمی، لسانی اور استدلالی انداز میں مستند اور متوازن اسلوب کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے، تا کہ بات دعویٰ نہیں بلکہ لغوی تقابل (Philological Comparison) کی صورت میں پیش ہو:

لفظ محمد کی لغوی تحقیق

عربی زبان میں ''محمد'' کا لفظ مادّہ ح-م-د سے بنا ہے۔ ''حمد'' کے لغوی معنیٰ ہیں: دل سے کی گئی تعریف، ایسی تعریف جو کمالِ صفات پر ہو۔ اسی مادّے سے محمد اسمِ مفعول کے وزن پر ہے، جس کے معنیٰ ہیں: ''وہ ذات جس کی بار بار، کثرت سے اور کامل انداز میں تعریف کی گئی ہو''۔

سنسکرت لفظ ''نراشنس'' کی لغوی تحقیق

سنسکرت میں نراشنس (नराशंस) دو الفاظ کا مرکب ہے: نر (नर) انسان -- اشنس/شنس (शंस) تعریف کرنا، ستائش بیان کرنا۔

اس طرح نراشنس کے لغوی معنیٰ بنتے ہیں: ''وہ انسان جس کی تعریف کی گئی ہو'' یا ''تعریف یافتہ انسان''۔

یہ بات اہلِ سنسکرت کے نزدیک مسلم ہے کہ شَنس ویدک زبان میں تعریف اور ستائش کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہی مفہوم عربی کے ''حمد'' سے معنوی طور پر قریب ہے۔

معنوی ربط: حضرت محمد کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا، جو اس حقیقت پر واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ انسان تھے، نہ کہ دیوتا یا اساطیری ہستی۔ اس طرح آپ ﷺ میں دو بنیادی اوصاف جمع ہوتے ہیں:

۱۔ انسان ہونا

۲۔تعریف یافتہ ہونا(کثرتِ حمد)

یہ دونوں اوصاف بعینہٖ نراشنس کے لغوی مفہوم سے مطابقت رکھتے ہیں۔

لسانی تحقیق کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: عربی لفظ ''محمد'' اور سنسکرت لفظ ''نراشنس'' دونوں معنوی اعتبار سے ہم مفہوم ہیں، کیونکہ دونوں کا اطلاق ایک ایسی انسانی ہستی پر ہوتا ہے جو تعریف و ستائش کی حامل ہو۔ یہ تقابل اعتقادی دعویٰ نہیں بلکہ لغوی و علمی مماثلت پر مبنی ہے، جسے زبان و معنٰی کے اصولوں کے تحت پیش کیا جا سکتا ہے۔

اذان اور نماز کا نظام

اسلام میں اذان اور نماز کا نظام وقت (Time)، جغرافیہ (Geography) اور انسانی آبادی (Population Distribution) کے اصولوں کے عین مطابق اس طرح قائم ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا ذکر مسلسل، منقطع نہ ہونے والا (Continuous) اور عالمگیر (Global) صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر اذان میں کلمۂ شہادت ادا کیا جاتا ہے اور زمین کے مختلف خطوں میں دن اور رات کے فرق (time-zone distribution) کے باعث کسی خطے میں رات ہوتی ہے تو کسی دوسرے میں دن، اور اسی گردشِ ارض (Rotation of Earth) کے نتیجے میں ہر لمحہ دنیا کے کسی نہ کسی حصّے میں اذان دی جا رہی ہوتی ہے، جس میں لازمی طور پر ''أشهد أنّ محمدًا رّسولُ الله'' کہا جاتا ہے۔

اس طرح سائنسی و شماریاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہر سیکنڈ دنیا کے متعدد مقامات سے حضرت محمد ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی جاتی ہے۔

اسی طرح نماز ایک Periodic Global Practice ہے جو دن میں پانچ مقررہ وقفوں پر انجام دی جاتی ہے، اور ہر نماز میں تشہد اور درود کے ذریعے آپ ﷺ کا ذکر لازماً دہرایا جاتا ہے۔

چونکہ دنیا بھر میں مسلمان آبادی مسلسل نماز ادا کر رہی ہوتی ہے اس لیے یہ ذکر

ایک Distributed Continuous System کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

سائنسی زاویے سے یہ ایک ایسا خودکار اور ہمہ وقت چلنے والا عالمی نظام (Self-sustaining Global Mechanism) ہے جس میں وقت کے فرق، انسانی آبادی کی کثرت اور عبادت کی تکرار مل کر حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو دائمی، مسلسل اور عالمگیر بنا دیتے ہیں اور یہی مفہوم نراشنس کی صفت ''تعریف یافتہ ہستی'' یا ''لوگوں میں کثرت سے تعریف کیا جانے والا'' سے گہری معنوی مطابقت رکھتا ہے۔

(۲) نراشنس اونٹوں کی سواری کرے گا

उष्ट्रा यस्य प्रवाहणो..............................
अनुवाद- जिसका वाहन ऊँट है.................

(अथर्ववेद 20:127:2)

ترجمہ: جس کی سواری اُونٹ ہے۔ (اتھر وویدکانڈ20، سوکت127، منتر2)

یہ امر اہلِ تحقیق کے نزدیک مسلّم ہے کہ اتھر وید چاروں ویدوں میں سب سے بعد میں مرتب ہوا۔ اس تاریخی ترتیب کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن شخصیات یا اوصاف کا ذکر اتھر وید میں ملتا ہے، وہ یا تو اس کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں یا کم از کم ان کا ظہور اتھر وید کی تدوین کے بعد کسی دور میں ہونا متوقع ہے۔

اسی اصول کی روشنی میں جب ہم اتھر وید (20:127:2) کے منتر کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں نراشنس سے متعلق ایک نہایت اہم اور معنی خیز وصف سامنے آتا ہے، یعنی سواری کے طور پر اونٹ کا استعمال۔

منتر میں جس شخصیت کا ذکر ہے، اس کی سواری اُشٹرا (उष्ट्र / اونٹ) بتائی گئی ہے، جو محض علامتی نہیں بلکہ ایک واضح تہذیبی اور جغرافیائی اشارہ ہے۔ یعنی مذکورہ شخصیت ایسے زمانے اور خطے میں ظاہر ہوگی جہاں اونٹ بطورِ سواری رائج ہوں، یعنی ریگستانی ماحول۔

نراشنس اور حضرت محمد ﷺ کی سواری میں مماثلت

اتھر وید میں نراشنس سے متعلق ایک نمایاں وصف یہ بیان ہوا ہے کہ اس کی سواری اونٹ ہوگی۔ یہ وصف محض علامتی نہیں بلکہ تہذیبی، تاریخی اور جغرافیائی قرینہ رکھتا ہے۔ ویدک متن میں اونٹ (उष्ट्र) کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مذکورہ شخصیت ایسے زمانے اور خطے میں ظاہر ہوگی جہاں اونٹ بطورِ سواری رائج ہوں۔

۱۔ تاریخی پس منظر: اونٹ بطورِ سواری

تاریخ سے ثابت ہے کہ: اونٹ بنیادی طور پر صحرائی علاقوں (عرب، حجاز، نجد) کی سواری ہے۔ قدیم زرعی یا جنگلاتی ویدک علاقوں میں یہ عام سواری نہیں رہی۔ اس لیے ویدک منتر میں اونٹ کی تصریح ایک واضح جغرافیائی شناخت فراہم کرتی ہے۔

۲۔ سیرتِ نبویؐ اور اونٹ کی سواری

یہ حقیقت سیرتِ نبویؐ سے ثابت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں اونٹ اہم اور مستقل سواری رہا۔ چند نمایاں شواہد درج ذیل ہیں:

واقعۂ ہجرت: جب مکہ میں مخالفت انتہا کو پہنچی اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی گئی، تو آپ ﷺ دشمنوں کے نرغے سے نکل کر اپنے رفیقِ سفر حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ واقعہ سیرت کی معتبر کتب میں متواتر نقل ہوا ہے۔

فتحِ مکہ: اسلامی تاریخ کا یہ عظیم لمحہ بھی اس حقیقت کی تائید کرتا ہے کہ آپ ﷺ اونٹ پر سوار ہو کر مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ نہ صرف تاریخی روایت ہے بلکہ عرب معاشرت میں اونٹ کی مرکزی حیثیت کی عکاسی بھی ہے۔

حجۃ الوداع: آپ ﷺ نے اپنی زندگی کا آخری حج اونٹنی پر سوار ہو کر ادا فرمایا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے خطبات اور مناسک پوری امت کے لیے دائمی رہنمائی بنے۔

ان شواہد کی روشنی میں درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں: اتھر وید میں نراشنس

کی سواری اونٹ کا ذکر ایک تاریخی وجغرافیائی نشان ہے؛ سیرتِ نبویؐ میں اونٹ کی مسلسل اور نمایاں حیثیت اسی نشان سے ہم آہنگ ہے؛ یہ مماثلت محض اتفاق نہیں بلکہ متنی (ویدک)، تاریخی (سیرت) اور زمینی (جغرافیہ) قرائن کا مجموعہ ہے۔

علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ اس مماثلت کو تقابلی واحتمالی استدلال کے دائرے میں رکھا جائے یعنی: ویدک متن ایک وصف فراہم کرتا ہے؛ سیرتِ نبویؐ اس وصف کی تاریخی تطبیق دکھاتی ہے، اس طرح دونوں کے درمیان ایک معقول اور مضبوط ہم آہنگی سامنے آتی ہے۔

(۳) نراشنس شیریں زبان (मधुर वाणी) والا ہوگا

नराशंस मिध्यियम सिष्य उप ह्वये। मधुजिह्वं हविष्कृतम्।

(ऋग्वेद संहिता 1/13/3)

अनुवाद – मनुष्य द्वारा प्रशंसित प्रिय अग्नि को इस यज्ञ-स्थान में बुलाता हूँ। वह मधु-जिह्व और हवि के सम्पादक हैं।

(अनुवाद -पं० श्रीराम शर्मा आचार्य, ऋग्वेद (प्रथम खण्ड) संस्कृति संस्थान, बरेली, संशोधित संस्करणःसन् 2002 पृष्ठ संख्या 48)

ऋग्वेद में 'नराशंस' को 'मधुजिह्व' कहा गया है, यानी उसमें वाणी की मधुरता होगी। मधुर-भाषिता उसके व्यक्तित्व की खास पहचान होगी। सभी जानते हैं कि मुहम्मद (सल्ल ०) की वाणी में काफ़ी मिठास थी।

(हज़रत मुहम्मद (सल्ल०) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 10)

نراشنس کی شیریں زبان اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رِگ وید کے منتر میں نراشنس کے لیے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان میں ایک نہایت نمایاں وصف "मधुजिह्वं" (مدھوجِہوَم) ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: وہ جس کی زبان شہد جیسی میٹھی ہو، یعنی شیریں کلام، نرم اور دل نشین گفتار۔

मधु (مدھو) = شہد، مٹھاس -- जिह्वा (جھوا) = زبان -- मधुजिह्वा = شیریں زبان، نرم و دل کش گفتگو۔ ویدک اسلوب میں یہ ترکیب اخلاقی و دعوتی تاثیر کو ظاہر کرتی ہے، ایسی زبان جو سختی کے بجائے حکمت، نرمی اور تاثیر سے کام لے۔

رِگ وید میں نراشنس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اسے ''मधुजिह्वं'' کہا گیا ہے، جس کے معنیٰ ہیں شیریں زبان والا، اور ساتھ ہی اسے ''दूतम्'' یعنی پیغام پہنچانے والا یا قاصد قرار دیا گیا ہے، جو یجّن کے عمل میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یہاں "مدھو جھوا" کو محض ایک مجازی یا شاعرانہ صفت نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ یہ اس شخصیت کے کلام کی تاثیر، نرمی اور قبولیت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ویدک اسلوب میں ایسی تعبیر اس ہستی کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کی گفتگو سختی کے بجائے حکمت، دل نشینی اور اخلاقی اثر رکھتی ہو یعنی وہ شخصیت جس کی بات سننے والوں کے دلوں میں اتر جائے اور جس کا پیغام قبولیت حاصل کرے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

سیرتِ نبویؐ اور قرآنِ کریم دونوں اس حقیقت پر واضح شہادت فراہم کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو نہایت نرم، شیریں اور دلوں کو متاثر کرنے والی تھی۔ قرآنِ مجید صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرمی اور حسنِ اخلاق ہی وہ بنیادی سبب تھا جس کی بنا پر لوگ آپ کی دعوت کی طرف مائل ہوئے اسی طرح احادیثِ نبویہ اور سیرت کی مستند روایات میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حِلم، شفقت، خوش گفتاری، بردباری اور حکمت آمیز طرزِ کلام کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اوصاف اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام صرف الفاظ پر مشتمل نہ تھا بلکہ ایسی دل نشین اور مؤثر زبان کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا جو مخاطب کے دل میں اتر جاتی تھی۔ یہی وہ صفات ہیں جنہیں ویدک اصطلاح میں "مدھو جھوا" (شیریں زبان والا) کہا گیا ہے، اور جو نراشنس کے وصف کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔

ویدک منتر میں نراشنس کی صفت شیریں زبان ہونا واضح ہے؛ سیرتِ نبویؐ میں

محمد ﷺ کی نرم و دل نشین گفتار تاریخی طور پر ثابت ہے؛ دونوں میں مشترک قدر کلام کی اخلاقی تاثیر ہے، یعنی بات وہی مؤثر ہوتی ہے جو نرمی، حکمت اور مٹھاس سے ادا کی جائے۔ یہ مماثلت متنی (ویدک)، لغوی اور سیرتی قرائن پر مبنی تقابلی استدلال ہے۔ اس لئے اس مماثلت کو تقابلی و احتمالی استدلال کے دائرے میں رکھ کر دیکھا جا سکتا ہے۔

(۴) نراشنس حسن، نورانیت اور علم کی اشاعت والا ہوگا

नराशंस प्रति धामानि अजन्
तिस्रो दिवः प्रति महाः स्वर्चिः॥

(ऋग्वेद मण्डल 2,सूक्त 3,मन्त्र 2)

अनुवाद- नराशंस नाम वाले अग्निदेव अपनी महत्ता से प्रदीप्त हुए तीनों लोकों को व्याप्त करते हैं।

(अनुवाद -पं० श्रीराम शर्मा आचार्य,ऋग्वेद (प्रथम खण्ड) संस्कृति संस्थान, बरेली, संशोधित संस्करणःसन् 2002 पृष्ठ संख्या 371)

ترجمہ: نراشنس نام کے اگنی دیوا اپنی مہا نتا (نورانی عظمت) کے سبب روشن ہو کر تینوں لوکوں میں پھیل جاتے ہیں۔ (رگ وید منڈل2، سوکت3، منتر2)

नराशंस को सुन्दर कान्तिवाला बताया गया है। इस विशेषता का उल्लेख करते हुए ऋग्वेद में 'स्वर्चि' शब्द आया है। 'स्वर्चि' शब्द का विच्छेद है 'शोभना अर्चिष्य सः' यानी सुन्दर दीप्ति या कान्ति से युक्त। इस शब्द का तात्पर्य यह है कि इतने सुन्दर स्वरूप का व्यक्ति जिसके चेहरे से रोशनी-सी निकलती हो। ऋग्वेद में ही बता दिया गया है कि वह अपने महत्व से घर-घर को प्रकाशित करेगा। स्पष्ट है कि हज़रत मुहम्मद (सल्ल०) ने घर-घर में ज्ञान की ज्योति जलाई, अज्ञान को खत्म कर दिया और अंधकार में भटक रहे लोगों को नई रोशनी दी।

(हज़रत मुहम्मद (सल्लo) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 11)

ترجمہ: نراشنس کو خوبصورت اور روشن چہرے والا بتایا گیا ہے۔ اس خصوصیت کا ذکر

کرتے ہوئے رِگ وید میں سورچی (स्वर्चि) کا لفظ آیا ہے۔لفظ سورچی کی ترکیب ''شوبھنا ارچشیہ سَہ'' ہے، یعنی وہ ہستی جو خوبصورت چمک، نور یا کانتی (تابانی) سے آراستہ ہو۔اس لفظ کامفہوم یہ ہے کہ ایسا نہایت حسین اور باوقار انسان جس کے چہرے سے گویا روشنی پھوٹتی ہو۔ رِگ وید ہی میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ وہ اپنی عظمت اور اہمیت کے ذریعے گھر گھر کو روشن کرے گا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے گھر گھر علم کی روشنی پھیلائی، جہالت کو ختم کیا اور جو لوگ اندھیروں میں بھٹک رہے تھے انہیں ایک نئی روشنی عطا کی۔

(حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ، ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو،صفحہ نمبر 11)

وضاحت: یہاں نراشنس नराशंस ایک ایسی عظیم ہستی کے طور پر بیان ہوا ہے جس کا ظہور متعدد مقامات اور وسیع دائرۂ اثر رکھتا ہے۔ महा: स्वर्चि: یعنی اس کی نورانیت، جلال اور عظمت کو ظاہر کرتا ہے، جو محض مقامی نہیں بلکہ عالمگیر پہلو رکھتی ہے۔

اسی طرح منتر میں ''महा: स्वर्चि:'' (عظیم نور و جلال) کا ذکر ہے، جو ایسی شخصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا پیغام روحانی روشنی اور اخلاقی جلال رکھتا ہو۔ سیرتِ نبویؐ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام انسان کو جہالت، ظلم اور اخلاقی تاریکی سے نکال کر ہدایت، عدل اور نور کی طرف لاتا ہے۔ قرآنِ کریم بھی آپ ﷺ کو نور اور ہدایت کے ساتھ جوڑتا ہے، جو اس ویدک وصف کے ساتھ معنوی ہم آہنگی رکھتا ہے۔

رِگ وید کے اس منتر میں نراشنس کے لیے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان میں ایک نہایت اہم وصف '' स्वर्चि: (سوَرچ)'' ہے۔ یہ لفظ رِگ وید میں نراشنس کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور اپنی لغوی و اصطلاحی حیثیت کے اعتبار سے حسن، چمک اور نورانیت پر دلالت کرتا ہے۔

ا۔ ''سُوَرُچِ'' کی لغوی تحقیق

لفظ :स्वर्चि کا وِچھید قدیم سنسکرت مصادر کے مطابق یوں کیا جاتا ہے:शोभन

+ अर्चि: - یعنی خوبصورتی + چمک/نور۔

امرکوش (3:239) میں अर्चि: کے معانی ज्योति، भास्،ज्वाला (چمک،نور، روشنی) بیان کیے گئے ہیں۔

اسی طرح सु (سُو) کے معنیٰ سندر/خوبصورت کے آتے ہیں۔

ان لغوی شواہد کی روشنی میں: स्वर्चि کا مفہوم بنتا ہے: ایسی خوبصورت اور نورانی شخصیت جس کی فرحت ومسرت سے روشنی کی کرن ظاہر ہو۔

۲۔ پرتی دھامانی اجن ''प्रति धामानि अजन्'' کی توضیح

اسی منتر میں نراشنس کے بارے میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ پرتی دھامانی اجن प्रति धामानि अजन् یعنی ہر ایک گھر/ ہر مقام میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں अजन् لفظ अजु مصدر سے بنا ہے، جس کا بنیادی مفہوم ظاہر ہونا، روشن کرنا، پھیلنا ہے۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ अग्नि بھی اسی مصدر سے متعلق ہے اور وہ جلا دینے والی آگ ہے؛ لیکن یہ شبہ محلِّ استعمال کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ سنسکرت میں الفاظ اپنے سیاق ومحل کے مطابق معنیٰ دیتے ہیں۔

نراشنس کے ساتھ अजु مصدر کا استعمال جلانے کے لیے نہیں بلکہ روشن کرنے اور ظاہر کرنے کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ خود منتر کے مجموعی مفہوم سے واضح ہے۔

۳۔ ''گھر گھر روشن کرنا'' یعنی علم کی اشاعت

نراشنس کے بارے میں ''ہر گھر کو روشن کرنے'' کا مفہوم مادی آگ نہیں بلکہ علم و ہدایت کی روشنی ہے۔ ویدک اسلوب میں نور اکثر علم، شعور اور ہدایت کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ: سُوَرْچِ = نورانی حسن وجلال -- اور -- प्रति धामानि = ہر گھر، ہر بستی -- کا مجموعی مفہوم یہ بنتا ہے کہ نراشنس ہر گھر میں علم کی روشنی پھیلانے والا ہے۔

رِگ وید میں نراشنس کے بارے میں جو تعبیر ''प्रति धामानि'' (ہر گھر، ہر بستی) کے ساتھ'' :स्वर्चि'' (نورانی چمک، جلال) کے الفاظ میں آئی ہے، اس کا مفہوم مادی آگ یا جسمانی روشنی ہرگز نہیں، بلکہ علم، ہدایت اور شعور کی روشنی ہے۔

ویدک اسلوبِ بیان میں نور اکثر باطنی روشنی کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے، یعنی ایسا علم جو انسان کے فکر و عمل کو منور کر دے۔

تحقیقی تطبیق

اس طرح رِگ وید میں نراشنس کو حسن و نورانیت کا حامل، ہر گھر تک اثر رکھنے والا، اور علم کی روشنی پھیلانے والا قرار دیا گیا ہے۔

یہ اوصاف بعینہٖ حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ مبارکہ پر صادق آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ جہالت کی تاریکی کو دور کر کے علم، ہدایت اور شعور کی روشنی ہر گھر تک پہنچائی جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ کا پیغام عرب کے ایک محدود خطے سے نکل کر گھر گھر اور قوم قوم تک پھیل گیا۔

ویدک منتر میں نراشنس کے لیے ''ہر گھر کو روشن کرنے'' کی تعبیر اور سیرتِ نبویؐ میں عالمگیر اشاعتِ علم و ہدایت دونوں کے درمیان ایک واضح معنوی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہی ہم آہنگی اس تقابلی مطالعے کو متنی، لسانی اور تاریخی قرائن پر قائم ایک مضبوط تحقیقی استدلال بناتی ہے۔

اسی طرح یہی وصف ہمیں حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور دعوت میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کسی ایک خطے، قوم یا طبقے تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کا پیغام مکہ کی وادی سے اٹھا، مدینہ میں مضبوط ہوا اور پھر قلیل عرصے میں عرب سے باہر پھیل کر مختلف علاقوں اور معاشروں تک پہنچا۔ یہ وسعتِ اثر اسی حقیقت کی عکاس ہے جسے ویدک منتر

میں ''مختلف دھاموں'' اور ''تین آسمانوں'' کی تعبیر سے بیان کیا گیا ہے۔

(۵) نراشنس لوگوں کو گناہوں سے نکالے گا

नराशंसं वाजिनं वाजयन्निह क्षयद्वीरं पूषणं सुम्नैरीमहे।
रथं न दुर्गाद् वसवः सुदानवो विश्वस्मान्नो अंहसोनिष्पिपर्तन॥
(ऋग्वेद 1:106:4)

अनुवाद - मनुष्यों द्वारा स्तुत्य बलवान अग्नि को पूजते हुए हम वीरों के स्वामी पूषा को स्तुति करते हैं। हे कल्याणकारी वस्तुदेवो!रथ को निकालने के समान हमको पापों से निकालो।

(अनुवाद -पं० श्रीराम शर्मा आचार्य, ऋग्वेद (प्रथम खण्ड) संस्कृति संस्थान, बरेली, संशोधित संस्करणःसन् 2002 पृष्ठ संख्या 206)

ترجمہ: ہم اس طاقتور آگنی کی جس کی انسانوں کے ذریعے ستائش کی جاتی ہے، بہادروں کے مالک پوشا کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ اے بھلائی اور فلاح کے دینے والے دیوتا! جس طرح تم رتھ (گاڑی) کو راستے سے نکال لیتے ہو، اسی طرح ہمیں بھی گناہوں سے نکال دو۔

(ترجمہ: پنڈت شری رام شرما آچاریہ، رِگ وید (جلد اول)، سنسکرت سنستھان، بریلی، ترمیم شدہ ایڈیشن: سنہ 2002، صفحہ نمبر 206)

مفہوم: ہم نراشنس کی ستائش کرتے ہیں جو قوت والا ہے، جو قوتوں کو بڑھانے والا ہے، جو بہادر انسانوں کا سہارا ہے، اور پوشن (پرورش کرنے والا) ہے۔ وہ ہمیں اپنے فضل وکرم عطا کرتا ہے۔ جیسے مضبوط رتھ انسان کو دشوار راستوں سے نکال لے جاتا ہے، اسی طرح سخی اور نیک وسو دیوتا ہمیں ہر طرف سے گناہ اور مصیبت سے بچا لیتے ہیں۔

● اس شلوک کے تعلق سے ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستو اپنی کتاب 'حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ' میں لکھتے ہیں:

''رِگ وید میں نراشنس کو 'لوگوں کو گناہوں سے دور کرنے والا'' بتایا گیا ہے۔ یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی تمام تعلیمات اور آپ پر نازل ہونے

والا قرآنِ مجید پوری انسانی زندگی کو گناہوں سے نجات دلاتا ہے۔ یہ ایک جامع آئینہ (عکاس) ہے جسے دیکھ کر اور اس پر عمل کر کے انسان تمام گناہوں سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی دنیاوی زندگی بھی خوشگوار ہو جاتی ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی بھی کامیاب اور خوشحال بن جاتی ہے۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بھارتی دھرم گرنتھ، ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 12)

व्याख्या - ऋग्वेद में नराशंस को 'पापों से लोगों को हटानेवाला' बताया गया है। यह कहने की ज़रूरत ही नहीं है कि हज़रत मुहम्मद (सल्ल०) की समस्त शिक्षाएँ और आप पर अवतरित क़ुरआन समस्त जीवन को पापों से उबार देता है। यह समग्रता का आईना (दर्पण) है जिसे'देखकर' और उस पर अमल करके व्यक्ति को तमाम पापों से छुटकारा मिल जाता है। उसकी दुनियावी और मरने के बाद की ज़िन्दगी खुशहाल हो जाती है। *(हज़रत मुहम्मद (सल्ल o) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 12)*

ذیل میں نراشنس کی صفت کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمثیلی اور تحقیقی انداز میں، علمی احتیاط کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ دعویٰ نہیں بلکہ تقابلی و معنوی مطابقت (symbolic correspondence comparative) ہے، جیسا کہ بین المذاہب تحقیق میں اختیار کیا جاتا ہے۔

نراشنس اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رِگ وید (منڈل 1، سوکت 106، منتر 4) میں نراشنس کو ایسی ہستی کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسانوں کو گناہوں (अंहस) اور مصیبتوں سے نکالتی ہے، جو قوت بخشنے والی، اصلاح کرنے والی اور خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔ منتر کے الفاظ अंहसः निष्पिपर्तन......रथं न दुर्गाद् ایک تمثیل کے ذریعے یہ تصور دیتے ہیں کہ جس طرح مضبوط رتھ انسان کو دشوار راستوں سے بحفاظت نکال لیتا ہے، اسی طرح

نراشنس لوگوں کو اخلاقی و عملی گمراہی سے بچا لیتا ہے۔

اخلاقی اصلاح اور گناہوں سے نجات

یہ صفت تاریخی طور پر حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں نمایاں نظر آتی ہے۔ بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل عرب معاشرہ جاہلیت، ظلم، فحاشی، شراب، سود، قمار، قتل و خونریزی اور قبائلی عصبیت میں ڈوبا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ توحید اور اخلاقی اصلاح کے ذریعے افراد اور معاشرے کو گناہوں سے نکالنے کا منظم عمل شروع کیا، یہی وہ معنوی نکتہ ہے جو نراشنس کی صفت निष्पिपर्तन अंहस: (گناہوں سے چھٹکارا دینے والا) سے تمثیلی مطابقت رکھتا ہے۔

قوت دینے والا اور سہارا بننے والا

نراشنس کو वाजिनं (قوت والا) اور क्षयद्वीरं (بہادر انسانوں کا سہارا) کہا گیا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں یہ پہلو اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ محمد ﷺ نے کمزوروں، غلاموں، عورتوں اور مظلوم طبقات کو عزت، حق اور حوصلہ عطا کیا۔ خوف زدہ معاشرے میں اخلاقی جرات پیدا کی اور حق کے لیے کھڑے ہونے کی قوت دی۔

پرورش اور رحمت کا پہلو

منتر میں पोषण (پرورش کرنے والا) کا تصور محض جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی پرورش کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ محمد ﷺ کی تعلیمات نے انسان کی فکر، نیت اور کردار تینوں کی تربیت کی۔ یہی وجہ ہے کہ برائی کے خاتمے کے ساتھ بھلائی کے فروغ کو مقصدِ حیات بنایا گیا۔

تمثیلِ رتھ اور نبوی منہج

رتھ کی تمثیل اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اصلاح کا عمل مرحلہ وار، مضبوط اور رہنمائی پر مبنی ہوتا ہے۔ نبوی منہج ﷺ بھی یہی تھا: پہلے عقیدہ، پھر اخلاق، پھر قانون

تا کہ انسان خطرناک اخلاقی راستوں سے نکل کر امن وعدل کے راستے پر آجائے۔

خلاصہ: رِگ وید (منڈل 1، سوکت 106، منتر 4) میں نراشنس کو ایسی ہستی کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو انسانوں کو گناہوں (अंहस) اور مصیبتوں سے نکالتی، قوت عطا کرتی، اخلاقی اصلاح کرتی اور خیر وبھلائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ رتھ کی تمثیل اس اصلاحی عمل کی وضاحت کرتی ہے کہ جیسے مضبوط رتھ انسان کو دشوار راستوں سے بحفاظت نکال لیتا ہے، ویسے ہی نراشنس اخلاقی وعملی گمراہی سے بچانے والا ہے۔ یوں نراشنس کی صفات، گناہوں سے نجات، قوت وسہارا، پرورش اور مرحلہ وار اصلاح رسولِ اکرم ﷺ کے نبوی منہج میں تمثیلی ومعنوی مطابقت کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

(٦) نراشنس کا ایک دنیاوی نام مامہ मामह ہوگا

एषा इषाय मामहे शतं निष्कान् दश स्रजः।
त्रीणि शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम्॥

(अथर्ववेद काण्ड 20,सूक्त 127,मन्त्र 3)

अनुवाद - अन्न–प्राप्ति के नि मित्त में सौ निष्क, तीन सौ अश्व, दस सहस्रा धेनु और दश माल दे देता हूँ।

(अनुवाद -पं० श्रीराम शर्मा आचार्य,अथर्ववेद (द्वितीय खण्ड)संस्कृति संस्थान, बरेली, संशोधित संस्करणःसन् 2002 पृष्ठ संख्या 1060)

अर्थात् , ईश्वर मामहेऋषि को सौ सोने के सिक्के देगा, दस हजार गायें देगा, तीन सौ अरबी घोड़े देगा और दस हार।

(हज़रत मुहम्मद (सल्ल०) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 13)

ترجمہ: یعنی ایشور مامہے رِشی کو سو سونے کے سکے عطا کرے گا، دس ہزار گائیں دے گا، تین سو عربی گھوڑے دے گا اور دس ہار (قلادے) عطا کرے گا۔

(حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 13)

''مامہے رِشی'' (मामहे ऋषि) کا تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے (Dr. Ved Prakash Upadhyay) نے اپنی

کتاب'' نراشنس اور انتم رِشی'' میں اور ڈاکٹر ایم اے سری واستو (Dr. M.A. Srivastava) نے اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی گرنتھ'' میں، نراشنس کے تصور اور بالخصوص اتھر وید، کانڈ 20، سوکت 127، منتر 3 کے حوالے سے تفصیلی تحقیق پیش کی ہے۔ دونوں محققین کے مطابق اس منتر میں مذکور ''مامہے رِشی'' کسی قدیم ویدک رِشی کا ذاتی نام نہیں بلکہ ایک وصفی و منصبی عنوان ہے۔ ان کے مطابق:

مامہے رِشی (मामहे ऋषि) کی لغوی و نحوی تحقیق

मामहे سنسکرت میں یہ فعل کا صیغہ ہے، جس کے معنیٰ ہیں: ''ہم مانگتے ہیں/ جس کے لیے دعا کی جاتی ہے/ جسے عطا کیا جائے''۔ یہ کسی خاص نام کے طور پر نہیں بلکہ ایک منصبی و وصفی تعبیر کے طور پر آتا ہے۔

ऋषि ویدی اصطلاح میں اس کے معنیٰ محض ''جنگل میں رہنے والا سنیاسی'' نہیں بلکہ: الہامی بصیرت رکھنے والا، ہدایت دینے والا، انسانوں کی رہنمائی کرنے والا عظیم رہبر۔

اس طرح مامہے رِشی کا لغوی مفہوم بنتا ہے: وہ برگزیدہ رہبر جس کے لیے خدائی عطیات مانگے گئے ہوں یا جسے خدا کی طرف سے عطا کیا جائے۔

اسمِ علم نہیں بلکہ وصفی عنوان (Descriptive Title)

اسی بنا پر محقق یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ: ''مامہے رِشی'' کسی معروف قدیم ویدی رِشی (جیسے وشوامتر، وششتھ، یاجناولکیہ وغیرہ) کا ذاتی نام (Proper Name) نہیں ہے بلکہ یہ ایک وصفی و منصبی عنوان (Descriptive Title) ہے۔ جو ایک ایسی ہستی کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا مشن، اثر اور اس کے پیروکار غیر معمولی ہوں۔

قدیم ویدی رِشی

تحقیقی اور تاریخی اعتبار سے کسی قدیم ویدی رِشی کے ساتھ نہ دس ہزار شاگرد یا

پیروکار ملتے ہیں، نہ کوئی ہمہ گیر اخلاقی وسماجی اصلاحی تحریک نظر آتی ہے اور نہ ایسا عالمی اور دیرپا تاریخی اثر ملتا ہے جو صدیوں پر محیط ہو۔ جبکہ اتھر وید کے منتر میں جس ''مامہے رِشی'' کا تصور پیش کیا گیا ہے، اس کے اوصاف ایک عالمگیر اصلاحی مشن کی طرف واضح اشارہ کرتے ہیں۔

تاریخی تطبیق (Historical Correlation)

اسی تحقیقی خلا کی بنیاد پر بعض جدید ہندو محققین، مثلاً: ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے نے یہ بنیادی سوال اٹھایا کہ: وہ کون سی تاریخی ہستی ہے:

جس کے ساتھ عملی طور پر دس ہزار افراد جمع ہوئے؟ جس نے اخلاقی، دینی اور سماجی انقلاب برپا کیا؟ جس کی قیادت میں بغیر خونریزی کے ایک عظیم فتح واقع ہوئی؟ جس کے ساتھ تین سو کے قریب جان نثار ساتھی تاریخ میں نمایاں ہیں؟ جس کے دس خصوصی رفقا قربانی، وفاداری اور امتیاز میں ممتاز ہیں؟

حضرت محمد ﷺ اور تاریخی مطابقت

ان تمام اوصاف کی تاریخی مطابقت سب سے واضح اور مستند طور پر حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں پائی جاتی ہے جیسے: فتحِ مکہ کے موقع پر تقریباً 10000 صحابہؓ کا اجتماع، غزوۂ بدر میں تقریباً 313 جان نثار ساتھی، عشرۂ مبشرہ: یعنی دس وہ مخصوص صحابہؓ جنہیں قربانی اور جنت کی بشارت میں امتیاز حاصل ہے کہ ایک ہمہ گیر اخلاقی، سماجی اور دینی اصلاح جس نے پورے عرب بلکہ دنیا کی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

تحقیقی خلاصہ

اس تحقیقی و تقابلی مطالعے کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ: اتھر وید کے منتر میں مذکور ''مامہے رِشی'' کوئی قدیم ویدی رِشی نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم اصلاحی ہستی کا وصفی عنوان ہے جس کے بیان کردہ اوصاف، علامتی عطیات اور تاریخی اثرات سب سے زیادہ حضرت

محمد ﷺ کی سیرت سے مطابقت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستو اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ'' کے صفحہ نمبر 14-15 پر لکھتے ہیں:

''यहाँ मामहे ऋषि से मतलब मुहम्मद (सल्ल०) से है। आप (सल्ल०) को ईश्वर द्वारा सौ स्वर्ण मुद्राएँ देने का तात्पर्य ऐसे श्रेष्ठ व्यक्ति से है जो स्तुत्य महत्व के हों। मुहम्मद(सल्ल०) जो शिक्षाएँ लोगों को देते थे उनकी सुरक्षा का कार्य सौ व्यक्तित करते थे। ये असहाबे सुफ़्फ़ः कहलाते थे। ये लोगों को शिक्षाओं की जानकारी भी देते थे और शिक्षाओं की रक्षा भी करते थे।

इसी प्रकार दस हजार गो प्रदान किए जाने का अर्थ'अच्छे व्यक्ति दिए जाने से है'।'गो' अलंकारिक शब्द है, जो साधारणतया अच्छे व्यक्ति के अर्थ में प्रयुक्त होता है। मुहम्मद(सल्ल०) की शिक्षाओं के अनुयायियों की संख्या आपके जीवन काल के अंतिम चरण में दस हजार थी। मक्का को जीतने के लिए मदीना से जाते समय आपके सहायकों की संख्या दस हजार थी। हज़रत मुहम्मद(सल्ल०) के दस हजार अनुयायी जब मक्का पहुँचे तो वहाँ न किसी प्रकार का युद्ध हुआ न ही किसी अनुयायी ने किसी को नष्ट किया, इसी कारण से उन दस हजार लोगों को गो कहा गया।

नराशंस को तीन सौ अर्वन् की प्राप्ति का अर्थ ऐसे वीर योद्धाओं की प्राप्ति है जो घोड़े की तरह तेज हों।'अर्वन्' शब्द का शाब्दिक अर्थ घोड़ा होता है। यह भी गो की भाँति अलंकारिक शब्द है। बद्र की लड़ाई में मुहम्मद(सल्ल०) के साथियों(सहाबा) की संख्या तीन सौ थी।

नराशंस को दस स्रजः या गले का हार दिए जाने से तात्पर्य ऐसे व्यक्ति हैं जो गले के हार के समान हों और नराशंस को प्रिय हों। हज़रत मुहम्मद(सल्ल०) के दस ऐसे व्यक्ति थे, जो ऊपर अपने प्राणों को भी समर्पित करने को तैयार रहते थे। वे गले के हार की तरह मुहम्मद(सल्ल०) के चारों तरफ हमेशा रहते थे। ये दसों व्यक्ति अशरः मुबश्शरः कहे जाते हैं। ये हज़रत मुहम्मद(सल्ल०)

के वे साथी(सहाबा) हैं, जिन्हें जन्नत की खुशखबरी दी गई।''

(हज़रत मुहम्मद (सल्लo) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 14)

मामहे ऋषि हज़रत मुहम्मद (सल्ल o) ही हैं। डॉ० वेद प्रकाश उपाध्याय ने भी मामहे ऋषि को मुहम्मद(सल्लo) ही माना है।

(हज़रत मुहम्मद (सल्लo) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 15)

ترجمہ: ''یہاں مامہے رشی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوسونے کی اشرفیاں عطا کیے جانے کا مطلب ایسے برگزیدہ شخص کی طرف اشارہ ہے جو قابلِ ستائش مقام ومرتبہ رکھتا ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تعلیمات لوگوں تک پہنچاتے تھے، ان کی حفاظت کا کام سو افراد انجام دیتے تھے۔ انہیں اصحابِ صفہ کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ تعلیمات کی ترسیل بھی کرتے تھے اور ان کی حفاظت بھی۔ اسی طرح دس ہزار گائیں عطا کیے جانے کا مفہوم ''نیک افراد دیے جانے'' سے ہے۔ یہاں 'گائے' ایک استعاراتی لفظ ہے جو عموماً اچھے انسان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے پیروکاروں کی تعداد آپ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری مرحلے میں دس ہزار تھی۔ مکہ کی فتح کے لیے مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپ کے معاونین کی تعداد بھی دس ہزار تھی۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دس ہزار پیروکار مکہ پہنچے تو نہ کوئی جنگ ہوئی اور نہ ہی کسی پیروکار نے کسی کو نقصان پہنچایا؛ اسی وجہ سے ان دس ہزار افراد کو 'گائیں' کہا گیا۔ نراشنس کو تین سو 'اروَن' ملنے کا مطلب ایسے بہادر جنگجوؤں کی عطا ہے جو گھوڑے کی طرح تیز ہوں۔ 'اروَن' کا لغوی معنیٰ گھوڑا ہے اور یہ بھی 'گائے' کی طرح ایک استعاراتی لفظ ہے۔ جنگِ بدر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں (صحابہؓ) کی تعداد تین سو تھی۔ نراشنس کو دس 'سَرجَہ' یا گلے کے ہار دیے جانے سے مراد ایسے افراد ہیں جو گلے کے ہار کی مانند ہوں اور نراشنس کو محبوب ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس ایسے افراد تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے

لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ وہ گلے کے ہار کی طرح ہمیشہ حضرت محمد ﷺ کے گرد رہتے تھے۔ ان دس افراد کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت محمد ﷺ کے وہ ساتھی (صحابہؓ) ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی"۔ (حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 14)

● مامہے رشی دراصل حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے نے بھی مامہے رشی کو حضرت محمد ﷺ کو ہی قرار دیا ہے۔

(حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 15)

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کے مطابق

ویدوں میں جس نراشنس کا ذکر آیا ہے، ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے نے اپنی تحقیقی تصنیف نراشنس اور انتم رِشی میں اس نکتے کو تفصیل سے واضح کیا ہے۔ وہ نراشنس، جسے ویدی متون میں مامہے رِشی (मामहे ऋषि) کے نام سے بیان کیا گیا ہے، اس کی اوصاف، علامات اور مشن کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ ویدوں میں مذکور نراشنس کی تمام بیان کردہ خصوصیات تاریخی، اخلاقی اور عملی اعتبار سے صرف حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ہی پوری طرح منطبق ہوتی ہیں۔

مصنف کے مطابق نراشنس کے بارے میں ویدی متون میں جو تفصیلات آئی ہیں، مثلاً اس کی عالمگیر دعوت، اخلاقی عظمت، منظم جماعت، جان نثار رفقا، اور اس کے مشن کا بین الاقوامی وہمہ گیر اثر، یہ سب اوصاف کسی معروف قدیم ویدی رِشی کی سوانحِ حیات سے مطابقت نہیں رکھتے، جبکہ یہی تمام اوصاف سیرتِ نبوی ﷺ میں پوری وضاحت کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں۔

اس بنا پر ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے علمی و تحقیقی بنیادوں پر یہ موقف اختیار کرتے

ہیں کہ ویدوں میں جس نراشنس (مامہے رِشی) کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مصداق حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

(ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، نراشنس اور انتم رِشی، صفحات 11 تا 20)
(डॉ० वेद प्रकाश उपाध्याय, नराशंस और अंतिम ऋषि, पृष्ठ 11-20)

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے اور ڈاکٹر ایم اے سری واستو اس بات پر متفق ہیں کہ اس منتر میں مامہے رِشی کو جن عطیات کا ذکر ہے، وہ مادی دولت نہیں بلکہ ویدی اسلوب کے مطابق علامتی (Symbolic) ہیں:

(1) سونشک (शतं निष्कान्)

معنی: سو (100) سونے کے سکے

علامتی مفہوم: نبوت کی عظمت، شرف، وقار اور خدائی انتخاب

(2) دس ہزار گائیں (सहस्रा दश गोनाम्)

ویدی ادب میں ''گو'' محض جانور نہیں بلکہ نیک اور صالح انسان کا استعارہ ہے

علامتی مفہوم: کثرتِ صالحین، نیک پیروکار، علم و برکت

(3) تین سو گھوڑے (त्रीणि शतान्यर्वताम्)

''اَروت'' (अर्वत) لغوی طور پر گھوڑے کو کہتے ہیں ویدی اسلوب میں گھوڑا قوت، رفتار اور شجاعت کی علامت ہے۔

علامتی مفہوم: بہادر ساتھی، قوتِ عمل، تیز رفتار دعوت

(4) دس ہار/ مالائیں (दश स्रजः)

ہار اس شخص کے لیے استعارہ ہے جو رہبر کے انتہائی قریب ہو

علامتی مفہوم: قربانی دینے والے منتخب افراد، خاص اور جان نثار رفقا

اس طرح یہ بات صراحت کے ساتھ واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام اوصاف وعطیات ویدی تمثیلی زبان کا حصہ ہیں، نہ کہ ظاہری دولت کی خبر۔

نراشنس کو سو نِشک عطا کئے جائیں گے

لفظ نِشک کا لغوی معنٰی سونے کی اشرفی ہے، جو قدیم زمانے میں نہایت قیمتی سمجھی جاتی تھی اور مصیبت کے وقت انسان کے کام آتی تھی۔ ویدی اور علامتی اسلوب میں نِشک کا استعمال محض مادی دولت کے لیے نہیں بلکہ ایسے ممتاز، قیمتی اور غیر معمولی افراد کے لیے بھی ہوتا ہے جو دین اور اخلاقی نظام کے محافظ اور معلم ہوں۔ اسی معنٰی میں مذہبِ اسلام کے داعیوں اور اصل دین کے نگہبانوں کو نِشک سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، کیونکہ جس طرح سونا قیمتی ہوتا ہے، اسی طرح سچی دینی تعلیمات اور ان کے حامل افراد بھی معاشرے میں قیمتی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسی تناظر میں مسجدِ نبوی ﷺ میں مقیم اصحابِ صفہ کی مثال سامنے آتی ہے، جو دینی تعلیم کے لیے مستقل قیام پذیر تھے؛ علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے مطابق ان کی تعداد تقریباً سو تھی، اور انہوں نے اس موضوع پر مستقل رسالہ بھی تحریر کیا ہے، جس کی تائید علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی (حصہ اوّل، چوتھا ایڈیشن، ص294) میں کی ہے۔

تین سو گھوڑے

اتھرو وید کے منتر میں (तीणि शतान्यर्वताम्) یعنی تین سو اَروت (گھوڑے) کا ذکر ویدی اسلوب کے مطابق علامتی (تمثیلی) معنی رکھتا ہے۔ لغوی طور پر اَروت (अर्वत) گھوڑے کو کہتے ہیں، اور ویدی ادب میں گھوڑا قوت، رفتار، شجاعت، عملی طاقت اور پیش قدمی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس بنا پر محققین کے نزدیک یہاں گھوڑوں سے مراد محض حیوانات نہیں بلکہ ایسے بہادر، متحرک اور جان نثار ساتھی ہیں جو رہبر کے مشن کو قوتِ عمل فراہم کریں اور دعوت کو تیزی سے آگے بڑھائیں۔ تاریخی تطبیق کے طور پر یہ علامت رسول اللہ ﷺ کے ان جان نثار صحابہؓ سے ہم آہنگ نظر آتی ہے جو ابتدائی مرحلے

میں قلیل تعداد کے باوجود غیر معمولی جرات، نظم اور عملی قوت کے حامل تھے، خصوصاً غزوۂ بدر کے موقع پر تقریباً تین سو صحابہؓ کی جماعت، جس نے عددی کمی کے باوجود اخلاقی ضبط اور عملی شجاعت کی مثال قائم کی۔ اس طرح ''تین سو گھوڑے'' کی تعبیر قوتِ عمل، شجاعت اور تیز رفتار دعوت کی تمثیل کے طور پر، بین المذاہب تقابلی تحقیق میں، حضرت محمد ﷺ کے جان نثار رفقا پر علامتی و تاریخی طور پر منطبق کی جاتی ہے، یہ تعبیر اعتقادی دعویٰ نہیں بلکہ علمی و تمثیلی تطبیق ہے۔

نراشنس کو دس مالاؤں والا کہا گیا ہے

اتھر وید (اتھر وید کانڈ: 20 سُوکت: 127 منتر: 3) میں نراشنس کے لیے دس سُرَج ''स्रज'' (مالائیں) عطا کیے جانے کا ذکر آیا ہے، جسے محققین ویدک اسلوب کی علامتی تعبیر کے طور پر ایسے دس نہایت قریبی، مخلص اور محبوب افراد کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں جو نراشنس کے گرد ہار کی مانند ہوں اور اس سے خاص قربت رکھتے ہوں۔

اسی علامتی تصور کی تاریخی مطابقت حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں واضح نظر آتی ہے، جہاں عشرۂ مبشرہ، یعنی وہ دس صحابہؓ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی، قربانی، وفاداری اور خصوصی قربت میں ممتاز تھے۔

''عشرہ'' کے معنی دس اور ''مبشرہ'' کے معنیٰ خوشخبری کے ہیں، اور ان دس برگزیدہ اصحابؓ (حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، ابوعبیدہ بن جراحؓ) کی قربت و مقام، تمثیلی و تحقیقی زاویے سے، اتھر وید میں مذکور دس مالاؤں کے تصور سے ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ تعبیر اعتقادی دعویٰ نہیں بلکہ بین المذاہب، علامتی اور تاریخی تقابلی تحقیق کے دائرے میں پیش کی جا رہی ہے۔

نراشنس دس ہزار گوؤں والا ہوگا

اتھر وید میں نراشنس کو ''دس ہزار گوؤ (गौ)'' عطا کیے جانے کا ذکر آیا ہے، جسے

بعض محققین علامتی پیشین گوئی کے طور پر لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ''گَوْ'' ویدی زبان میں متعدد معانی رکھتا ہے:

(1) بعض اشتقاقی توضیحات میں اسے جنگ و غنیمت کے سیاق سے جوڑا جاتا ہے۔

(2) قابلِ تعریف، دشمن کو پچھاڑ دینے والا اور طاقتور کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

(3) بعض مقامات پر فرمانبردار/مطیع انسان کے لیے تشبیہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

(4) ''گَوْ'' بہتری/خیر کے مفہوم میں بھی برتا جاتا ہے۔ انہی معانی کی بنیاد پر جدید تقابلی محققین یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں اطاعت، قوت، خیر اور اخلاقی برتری جیسی صفات نمایاں تھیں؛ پھر تاریخی طور پر فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً دس ہزار صحابہؓ کا اجتماع بھی بیان کیا جاتا ہے، اور یہ فتح بڑی حد تک امن و ضبط کے ساتھ انجام پائی۔ اس مماثلت کی بنا پر وہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ نراشنس کے ''دس ہزار گَوْ'' والی صفت، تمثیلی و تاریخی تطبیق کے طور پر، رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار صحابہؓ پر صادق آ سکتی ہے، یہ تعبیر تاہم اعتقادی دعویٰ نہیں بلکہ بین المذاہب و تقابلی تحقیق کے دائرے میں پیش کی جاتی ہے۔

اسی طرح رِگ وید، منڈل: 5، سوکت: 27، منتر: 1 کے متعلق ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستوں اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ'' کے صفحہ 15 پر اس طرح لکھتے ہیں:

अनस्वन्ता सतपतिर्मामहे मे
गावा चेतिष्ठो असुरो मघोनः।
त्रैवृणो अग्ने दशभिः सहस्रैः
विश्वानरः प्रथयन् वि चक्त॥

(ऋग्वेद - मण्डल 5,सूक्त 27,मन्त्र 1)

''अर्थात्, हकपरस्त, अत्यन्त विवेकशील, शक्तिशाली, दानी मामहे ऋषि ने कलाम (वाणी) के साथ मुझे शुशोभित किया। सर्वशक्तिमान , सब खूबियाँ रखनेवाला, सारे संसार के लिए

'कृपामय ' दस हजार सहयोगियों (सहाबा) के साथ मशहूर हो गया।''

ترجمہ: ''یعنی حق پرست، نہایت صاحبِ بصیرت، طاقتور اور سخی مامہے رِشی نے کلام (گفتار) کے ذریعے مجھے مزین/آراستہ کیا۔ وہ ہمہ قدرت والا، تمام خوبیوں کا حامل، اور پوری دنیا کے لیے رحمت والا بن کر اپنے دس ہزار ساتھیوں (صحابہؓ) کے ساتھ مشہور ہو گیا''۔

(حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ، ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 15)

مامہے رِشی (मामहे ऋषि) کے دو اوصاف

(رِگ وید، منڈل: 5، سوکت: 27، منتر: 1) میں مہے رِشی (मामहे ऋषि) کے بارے میں دو نمایاں اوصاف سامنے آتے ہیں: (1): दशभिः सहस्त्रैः یعنی دس ہزار کے ساتھ، اور (2): विश्वानर یعنی سب انسانوں سے متعلق، عالمگیر۔

● دس ہزار کے ساتھ (दशभिः सहस्त्रैः)

ویدک ادب میں عدد اکثر محض ریاضی نہیں بلکہ سماجی و اخلاقی حقیقت کی طرف اشارہ ہوتے ہیں، خصوصاً جب عدد کے ساتھ قوت، قیادت اور اشاعت جیسے افعال منسلک ہوں۔ اگر اسے محض مبالغہ مانا جائے تو سوال اٹھتا ہے کہ دس ہزار ہی کیوں؟ اگر اسے حقیقی عدد مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ تاریخ میں کوئی ایسی ہستی ہو جس کے ساتھ واقعتاً دس ہزار کا منظم، با اخلاق اور مؤثر اجتماع پیش آیا ہو۔ کیا کوئی قدیم ویدی رِشی ایسا ہے جس کا مشن: قوم، نسل اور خطے کی حدوں سے ماورا ہو؟ اور جس کی تعلیمات صدیوں بعد بھی زندہ، مؤثر اور عالمی ہوں؟

یہ اوصاف کسی معروف قدیم ویدی رِشی (وشوامتر، وششٹھ، یاجناولکیہ وغیرہ) کی تاریخی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتے بلکہ یہ وصف سب سے واضح طور پر حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں نظر آتا ہے: فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً 10,000 صحابہؓ

موجود تھے۔

منتر میں جس ہستی کے ساتھ دس ہزار کا ذکر آیا ہے، وہ محض عددی نہیں بلکہ ایک اجتماعی، منظم اور بااخلاق قوت کی علامت ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ وصف سب سے نمایاں طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ فتحِ مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً دس ہزار صحابہؓ موجود تھے، اور یہ اجتماع بغیر خونریزی، امن وعفو، اور اعلیٰ اخلاقی ضبط کے ساتھ انجام پایا۔ یہ واقعہ انسانی تاریخ میں ایک منفرد مثال ہے جہاں بڑی عددی قوت کے باوجود انتقام کے بجائے رحمت کو ترجیح دی گئی، جو منتر کے عددی اشارے کی تمثیلی مطابقت کو مضبوط کرتا ہے۔

● عالمگیر دائرۂ اثر (विश्वानर:)

لفظ" विश्वानर: " :" विश्व "(سب/عالم)+" नर "(انسان) مفہوم: سب انسانوں سے متعلق، عالمگیر یعنی یہ لفظ محض شہرت کے لیے نہیں بلکہ دائرۂ اثر (scope of mission) کے لیے آتا ہے۔ لفظ" :विश्वानर " کی معنوی وسعت ایک عالمی اصلاحی مشن کا تقاضا کرتی ہے، جو تاریخی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔

لفظ :विश्वानर اس ہستی کے عالمگیر مشن کی طرف اشارہ کرتا ہے؛ یعنی وہ کسی ایک قوم، نسل یا خطے تک محدود نہیں۔ یہی وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں واضح طور پر نظر آتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام عرب تک محدود نہ رہا، بلکہ مختلف خطوں، قوموں اور نسلوں تک پہنچا، اور قرآن نے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "رحمۃٌ للعالمین" قرار دیا۔ وما أرسلناك إلا رحمةً للعالمين (ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)۔ یہ عالمگیریت محض جغرافیائی نہیں بلکہ اخلاقی و انسانی ہے عدل، رحم، اور انسانی وقار کی ہمہ گیر دعوت۔

یعنی مامہے رِشی کے ساتھ دس ہزار کی نسبت (منظم اجتماع)، اور عالمگیر وصف (विश्वानर:) سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اوصاف قدیم ویدک رِشیوں کی معروف سوانح سے

تاریخی طور پر مطابقت نہیں رکھتے، جبکہ یہی اوصاف حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں غیر معمولی وضاحت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

یہ موقف کسی مذہبی عقیدے کا قطعی فیصلہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا مقصد کسی مخصوص ایمان کو ثابت یا مسلط کرنا ہے۔ بلکہ یہ ایک بین المذاہب، علامتی اور تاریخی تقابلی تحقیق (Historical Comparative Study Symbolic,Interfaith) ہے، جس میں قدیم ویدی متون کی زبان، اسالیب اور استعارات کو سامنے رکھ کر تاریخی واقعات اور معروف شخصیات کے ساتھ مماثلت (correlation) کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس نوعیت کی تحقیق کو جدید علمی دنیا میں Academic Hypothesis کہا جاتا ہے۔ البتہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یہ تعبیر مسلمان علماء کی جانب سے نہیں بلکہ چند جدید ہندو محققین کی طرف سے پیش کی گئی ہے، جنہوں نے ویدی متون کو محض روایتی مذہبی زاویے سے نہیں بلکہ تاریخی، لسانی اور تقابلی مطالعے کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے اس کے تراجم بھی لکھے ہیں۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلکی اوتار (कल्कि अवतार) کا ذکر

ہندو مذہبی روایت میں ''کلکی اوتار'' کا تصور کلی یُگ کے اختتامی مرحلے سے وابستہ ہے، جہاں اخلاقی زوال، بدی اور ادھرم اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس مرحلے پر ایک ایسی ہستی کے ظہور کا تصور پیش کیا جاتا ہے جو بدی کا خاتمہ اور دھرم کی از سرِ نو بحالی کرے۔ اس مقالے میں کلکی اوتار کے تصور کو تین سطحوں پر جانچا گیا ہے: (1) لغوی و اصطلاحی مفہوم، (2) قدیم ہندو متون کی شہادت، اور (3) جدید محققین خصوصاً پنڈت شری رام شرما آچاریہ کی فکری تعبیر۔

سنسکرت لغت، خصوصاً Monier-Williams Sanskrit Dictionary کے مطابق ''کلی'' (कली) کے معنیٰ جھگڑا، فساد، جھوٹ، گناہ اور اخلاقی زوال کے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ زوال آلود دور کو ''کلی یُگ'' کہا جاتا ہے۔ اسی مادّے سے بنا لفظ ''کلکی'' (कल्कि) لغوی طور پر ''کلی کا ناس کرنے والا'' مفہوم رکھتا ہے۔ یوں لغوی اعتبار سے کلکی محض ایک نام نہیں بلکہ اخلاقی تطہیر اور بدی کے خاتمے کی علامت ہے۔

لفظی ولغوی معنیٰ

کلی कलि یہ لفظ سنسکرت سے ہے، جس کی جڑ ''कल्'' ہے، جس کے معنیٰ ہوتے ہیں جھگڑا، فساد، جھوٹ، خودغرضی، بدی، زوال، یا ادھرم (بدعملی)۔

سنسکرت لغت (Monier-Williams Sanskrit Dictionary) کے مطابق:

कलि = Strife, quarrel, discord, contention, vice, sin, the spirit of the Iron Age.

یعنی ''کلِی'' وہ طاقت یا زمانہ ہے جو جھوٹ، فریب، اور بدی سے بھرا ہو۔اسی نسبت سے موجودہ دور کو ''کلِی یُگ'' کہا جاتا ہے۔

کلکی '' कल्कि '' یہ لفظ ''کلِی''+''کِ''(नाशक /ختم کرنے والا) سے بنا ہے۔یعنی: ''کلِی کا ناس کرنے والا'' وہ جو جھوٹ، بدی، اور ادھرم کو مٹا دے۔

कल्कि नाम्ना भविष्यामि कलौ संप्रद्रुतेऽधर्मे।

ترجمہ:''جب کلِی یوگ میں ادھرم پھیل جائے گا، تب میں کلکی نام سے ظاہر ہوں گا''۔

(وشنو پُران 4.24.26)

نوٹ: ہندو مذہبی روایت کے مطابق وشنو کے دس اوتار(दशावतार)مانے جاتے ہیں، اور ہندو عقیدے کے مطابق وشنو کا دسواں اور آخری اوتار کلکی (कल्कि)بتایا گیا ہے۔

قدیم ہندو متون میں کلکی اوتار

قدیم ہندو متون خصوصاً وشنو پُران، بھاگوت پُران اور بھوشیہ پُران، میں کلکی اوتار کا ذکر واضح انداز میں ملتا ہے۔ان متون کے مطابق جب کلی یُگ میں ادھرم غالب آ جائے گا اور دھرم تقریباً مٹ جائے گا تو وشنو ''کلکی'' کے نام سے ظاہر ہوں گے۔ ان کا مقصد بدکار قوتوں کا خاتمہ اور دھرم کا دوبارہ قیام بتایا گیا ہے۔ بھاگوت پُران میں اس تصور کو وشنو کے دسویں اور آخری اوتار سے جوڑا گیا ہے اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یہ ظہور ہمہ گیر ہوگا، یعنی کسی ایک خطے یا قوم تک محدود نہیں رہے گا۔

بھاگوت پُران کے مطابق:

अवतारे ह्यसङ्ख्येयाः हरेः सत्त्वनिधेर्द्विजाः।
कल्किः नाम्ना भविष्यामि कलौ संप्रद्रुतेऽधर्मे।

(بھاگوت پران، اسکندھ 12, ادھیائے 2, شلوک 18-19)

ترجمہ: وشنو کے اوتار ان گنت ہیں، اے برہمنو! لیکن جب کلِی یوگ میں ادھرم حد سے بڑھ جائے گا، تب میں کلکی نام سے جنم لوں گا، تاکہ دنیا میں نیکی کو دوبارہ قائم کرسکوں۔

وشنو پُران کے مطابق:

कलौ समाप्यते युगे
धर्मो नश्यति सर्वतः।
तदा कल्किर्भविष्यति
विष्णुयशसि जन्मतः॥
धर्मसंस्थापनार्थाय
दुष्टानां नाशनाय च।
अवतारं करिष्यामि
कल्कि नाम्ना हरिः स्वयम्॥

(وشنو پران، انش چہارم (4)، ادھیائے 24)

ترجمہ: جب کلی یُگ کا اختتام ہوگا اور ہر طرف سے دھرم مٹ چکا ہوگا، تو اس وقت ہری (وشنو) خود کلکی کے نام سے اوتار لیں گے۔ وہ بدکاروں کو ختم کریں گے اور دھرم کو دوبارہ قائم کریں گے۔

بھوشیہ پران کے مطابق:

कल्किरावतरेद् विष्णुः
कलौ युगविनाशके।
अधर्मं नाशयिष्यामि
धर्मं स्थापयितुं पुनः॥

(بھوشیہ پران، پرتھم کھنڈ، ادھیائے 4، متعلقہ شلوک)

ترجمہ: کلی یُگ کے خاتمے کے وقت وشنو کلکی اوتار میں ظاہر ہوں گے۔ میں ادھرم (بدی) کو مٹاؤں گا اور ایک مرتبہ پھر دھرم کو قائم کروں گا۔

اوتار کا مطلب

جدید دور میں ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے اور ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستو جیسے مصنفین نے ''اوتار'' کے مفہوم کو لغوی اور پیغامی زاویے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان

کے نزدیک اوتار سے مراد وہ عظیم ہستی ہے جو زمین پر آ کر انسانیت کو الٰہی پیغام دے۔ ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو نے بعض ویدک اصطلاحات کی معنوی تطبیق کرتے ہوئے کلکی اوتار کو ایک عالمی اصلاحی کردار سے جوڑنے کی کوشش کی ہے، تاہم یہ تعبیر زیادہ تر تفسیری اور تطبیقی نوعیت رکھتی ہے، نہ کہ صریح متنی تصریح۔

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے جی کے مطابق:

“अवतार ” शब्द ‘ अव ’ उपसर्गपूर्वक ‘तृ ’ धातु में ‘घञ् ’ प्रत्यय लगाकर बना है। अवतार शब्द का अर्थ यह है कि पृथ्वी में आना। ‘ईश्वर का अवतार’ शब्द का अर्थ है कि सब को सन्देश देने वाले महात्मा का पृथ्वी में जन्म लेना।

(डॉ० वेद प्रकाश उपाध्याय, कल्कि अवतार औरमुहम्मद साहव, पृष्ठ संख्या 15)

ترجمہ: ''اوتار'' کا لفظ 'اَو' سابقہ کے ساتھ 'ت' دھاتو میں 'گھَن' لاحقہ لگا کر بنا ہے۔ لفظ اوتار کے معنٰی ہیں زمین پر آنا۔ اور 'ایشور کا اوتار' اس بات کے معنٰی رکھتا ہے کہ وہ عظیم ہستی جو سب کو پیغام دینے والی ہو، زمین پر پیدا ہو۔ (ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، کلکی اوتار اور محمد صاحب، صفحہ نمبر 15)

ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو جی کے مطابق:

ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ'' میں اوتار کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

अवतार का तात्पर्य- अवतार शब्द‘अव’ उपसर्गपूर्वक ‘त’ धातु में ‘घञ्’ प्रत्यय लगाकर बना है। इसका अर्थ पृथ्वी पर आना है।‘ईश्वर का अवतार’ शब्द का अर्थ है—सबको सन्देश देनेवाले महात्मा का पृथ्वी पर जन्म लेना। कल्कि अवतार को ईश्वर का अंतिम अवतार बताया गया है।‘ईश्वर का अवतार’ शब्द में ‘का’ शब्द सम्बन्धकारक चिह्न है, अतः ज़ाहिर है कि ईश्वर से सम्बद्ध व्यक्ति का अवतीर्ण होना। ईश्वर से सम्बद्ध कौ न है उसका भक्त ही सबसे सम्बद्ध हो सकता है। ऋग्वेद में ऐसे व्यक्ति को‘कीरि ’ कहा गया है। हिन्दी में

'कीरि ' शब्द का अर्थ 'ईश्वर का प्रशंसक' और अरबी में'अहमद ' होता है। लेकिन क्या ईश्वर का प्रशंसक 'कीरि ' या 'अहमद ' एक नहीं हो सकता। हर देश और समय के लिए अलग-अलग अवतार हुए हैं क्योंकि एक अवतार से पूरे वि श्व का कल्याण नहीं हो सकता था। कुरआन में है कि हर भाग में रसूल (संदेशवाहक) भेजे गए। अंतिम अवतार कल्कि की अलग विशेषता है। वे किसी एक हिस्से के लिए नहीं वरन् समग्र विश्व के लि ए भेजे गए।

जब लोग वास्तविक धर्म से विमुख होकर अधर्म की राह पकड़ लेते हैं या धर्म को अपने स्वार्थ के लि ए तोड़-मरोड़ देते हैं, तो उन्हें फिर सही मार्ग दिखाने के लिए ईश्वर अपने अवतार या पैगम्बर भेजता है।

(हज़रत मुहम्मद (सल्ल ०) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 19-20)

ترجمہ: ''اوتار کا مفہوم: اوتار کا لفظ 'اَ' سابقہ کے ساتھ 'ت' دھاتُو میں 'غَن' لاحقہ لگا کر بنا ہے۔ اس کے معنٰی ہیں زمین پر آنا۔ اور 'ایشور کا اوتار' اس بات کے معنٰی رکھتا ہے کہ وہ عظیم ہستی جو سب کو پیغام دینے والی ہو، زمین پر پیدا ہو۔ کلکی اوتار کو ایشور کا آخری اوتار بتایا گیا ہے۔ لفظ 'ایشور کا اوتار' میں 'کا' اضافت (تعلق) کی علامت ہے، اس لیے واضح ہے کہ ایشور سے متعلق شخص کا زمین پر ظہور ہونا مراد ہے۔ ایشور سے متعلق کون ہوسکتا ہے؟ اس کا بھکت ہی سب سے زیادہ متعلق ہوسکتا ہے۔ رِگ وید میں ایسے شخص کو 'کیری' کہا گیا ہے۔ ہندی میں 'کیری' کے معنٰی 'ایشور کی تعریف کرنے والا' ہیں، اور عربی میں اس کے لیے لفظ 'احمد' آتا ہے۔ مگر کیا ایشور کی تعریف کرنے والا 'کیری' یا 'احمد' ایک ہی نہیں ہوسکتا؟ ہر ملک اور ہر زمانے کے لیے الگ الگ اوتار آئے ہیں، کیونکہ ایک ہی اوتار سے پوری دنیا کی بھلائی ممکن نہیں تھی۔ قرآن میں آیا ہے کہ ہر علاقے میں رسول (پیغام پہنچانے والے) بھیجے گئے۔ آخری اوتار کلکی کی ایک خاص خصوصیت یہ بتائی گئی

ہے کہ وہ کسی ایک خطے کے لیے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لیے بھیجے گئے۔

جب لوگ حقیقی دین سے منہ موڑ کر بد دینی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، یا دین کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے توڑ مروڑ دیتے ہیں، تو انہیں دوبارہ درست راستہ دکھانے کے لیے ایشور اپنے اوتار یا پیغمبر بھیجتا ہے''۔

(حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ، ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 20-19)

پنڈت شری رام شرما جی کے مطابق:

پنڈت شری رام شرما آچاریہ اوتار کے تصور کو جسمانی حلول (Incarnation) کے بجائے الٰہی شعور اور مقصد کے ظہور کے معنی میں لیتے ہیں۔ وہ صراحت کرتے ہیں کہ پرماتما خود کسی محدود جسم میں قید نہیں ہوتا، بلکہ اپنی طاقت، تحریک اور مقصد کسی عظیم انسان کے ذریعے ظاہر کرتا ہے۔

"अवतार का तात्पर्य परमात्मा का देहधारण नहीं है।यह तो ईश्वरीय चेतना एवं शक्ति का किसी विशिष्ट महापुरुष के मा ध्यम से प्रकट होना है।"

''اوتار سے مراد یہ نہیں کہ پرماتما جسم اختیار کر کے زمین پر آ جائے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ الٰہی شعور اور طاقت کسی مخصوص عظیم انسان کے ذریعے ظاہر ہو''۔

(مصنف: پنڈت شری رام شرما آچاریہ، کتاب: अवतार और अवतरण ناشر: اکھنڈ جیوتی سنستھان، متھرا ایڈیشن: 1993 صفحہ: 12-13)

(مصنف: پنڈت شری رام شرما آچاریہ، کتاب: संस्कृति संजीवनी ناشر: اکھنڈ جیوتی پریس، متھرا صفحہ: ص 45-46)

(مصنف: پنڈت شری رام شرما آچاریہ، کتاب: युग परिवर्तन कैसे और क्यों ناشر: اکھنڈ جیوتی سنستھا صفحہ: ص 27-28)

خلاصہ

کلکی اوتار کا تصور ہندو مذہبی روایت میں کلی یُگ کے اختتام پر ادھرم، ظلم اور اخلاقی زوال کے خاتمے سے جڑا ہوا ہے۔ سنسکرت لغات (خصوصاً Monier-Williams) کے مطابق

کلی جھگڑے، فساد، جھوٹ اور بدی کی علامت ہے، جبکہ کلکی کا مفہوم ''کلی کا ناس کرنے والا'' بنتا ہے۔ وشنو پران، بھاگوت پران اور بھوشیہ پران جیسے مستند متون میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ جب کلی یگ میں ادھرم حد سے بڑھ جائے گا تو وشنو ''کلکی'' کے نام سے ظاہر ہوں گے تاکہ بدکاروں کا خاتمہ اور دھرم کا دوبارہ قیام ہو۔ ان متون میں کلکی کو وشنو کے دسویں اور آخری اوتار کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جس کا مقصد محض مقامی اصلاح نہیں بلکہ ہمہ گیر اخلاقی و دینی بحالی ہے۔

جدید محققین جیسے ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے اور ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستو نے ''اوتار'' کے لغوی معنٰی پر زور دیتے ہوئے اسے زمین پر آنے والے عظیم پیغامبر یا مصلح کے مفہوم میں لیا ہے، اور بعض نے کلکی کو آخری، عالمی ہدایت لانے والی ہستی سے تعبیر کیا ہے۔ تاہم پنڈت شری رام شرما آچاریہ اس تصور کو جسمانی حلول (Incarnation) کے بجائے الٰہی شعور، مقصد اور اخلاقی تحریک کے ظہور کے طور پر سمجھاتے ہیں۔ ان کے نزدیک پرماتما خود کسی جسم میں محدود نہیں ہوتا بلکہ اپنی ہدایت، قوت اور مقصد کسی عظیم انسان یا اجتماعی تحریک کے ذریعے ظاہر کرتا ہے۔

اس طرح وہ کلکی اوتار کو کسی ایک تاریخی شخصیت سے صراحتاً منسوب نہیں کرتے بلکہ اسے دینی بیداری، فکری انقلاب اور یگ تبدیلی کی علامت قرار دیتے ہیں، جو مختلف ادوار میں مختلف عظیم انسانوں کے ذریعے ظاہر ہوسکتی ہے۔

اَنتم رِشی (یعنی کلکی اوتار) کا زمانہ

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے بھگوت پُران کے حوالے سے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ آخری اوتار کا ظہور اُس دور میں ہوگا جب جنگوں میں تلوار کا استعمال عام اور غالب ہوگا، اور نقل وحرکت وسواری کے لیے گھوڑوں کو بنیادی ذریعہ سمجھا جاتا ہوگا۔ یعنی وہ زمانہ جدید اسلحہ اور مشینی جنگ کا نہیں بلکہ روایتی ہتھیاروں اور گھڑسواری کے رواج کا دور ہوگا،

جس میں تلوار اور گھوڑا جنگی طاقت اور اقتدار کی علامت ہوں گے۔

अश्वमाशुगमारुह्य देवदत्तं जगत्पतिः।
असिनासाधुदमनं अष्टैश्वर्यगुणान्वितः।

(भागवतपुराण 12स्कन्ध, 2अध्याय, 19वां श्लोक)

अर्थात , देवताओं द्वारा दिये गये वेगगामी अश्व पर चढ़कर आठों ऐश्वर्यों एवं गुणों से युक्त जगपति तलवार से दुष्टों का दमन करेंगे ।

(डॉ० वेद प्रकाश उपाध्याय, कल्कि अवतार औरमुहम्मद साहब, पृष्ठ संख्या 22-23)

''یعنی دیوتاؤں کی طرف سے عطا کیے گئے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر، آٹھوں قسم کی دولتوں اور اوصاف سے متصف جگت پتی (عالم کے حاکم) تلوار کے ذریعے بدکاروں کا قلع قمع کریں گے''۔

(ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، کلکی اوتار اور محمد صاحب، صفحہ نمبر 22-23)

نوٹ: یہ تلواروں اور گھوڑوں کا زمانہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایٹم بموں اور ٹینکوں وغیرہ کا دور ہے۔ تلواروں اور گھوڑوں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا آخری اوتار کی حیثیت تلواروں اور گھوڑوں کے ہی دور میں ہونا ثابت ہوتی ہے۔

آج سے تقریباً 1400 سال پہلے گھوڑوں اور تلواروں کا استعمال ہوتا تھا، اور اس کے تقریباً 100 سال بعد سوڈا اور کوئلے کے امتزاج سے بارود کی تیاری عرب میں ہونے لگی۔ (ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، کلکی اوتار اور محمد صاحب، صفحہ نمبر 22)

اسی طرح آخری اوتار کے حوالے سے ڈاکٹر ایم۔اے۔ شری واستو اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ'' کے صفحہ نمبر 21 پر بعینہٖ اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کی تحقیق سے اتفاق کرتے ہوئے اس نتیجے کو درست اور قابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں، اور اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آخری اوتار سے متعلق مذکورہ زمانی اور تاریخی استدلال علمی بنیادوں پر قائم ہے۔

(حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 21)

اَنتم رِشی (کلکی اوتار) کا مقامِ ظہور

शम्भले विष्णुयशसो गृहे प्रादुर्भाव्यहम्।
कल्किर्नाम भविष्यामि जगताम् हितकाम्यया॥

(कल्कि पुराण, अध्याय 2, श्लोक 4)

ترجمہ: ''میں شمبل میں وِشنو یَشا کے گھر میں ظہور کروں گا، اور میرا نام کلکی ہوگا۔ میں تمام جہانوں کی بھلائی اور فلاح کی خواہش کے ساتھ ظاہر ہوں گا''۔

اسی طرح بھاگوت پران میں کہا گیا ہے:

शम्भलायाम्भुवस्य ब्राह्मण्यस्य महात्मनः।
भवने विष्णुयशसः कल्किः प्रादुर्भविष्यति॥

(भागवत पुराण, द्वादश स्कंध, 2अध्याय, 18वाँ श्लोक)

ترجمہ: ''شمبل میں عظیم المرتبت اور نیک سیرت برہمن وِشنو یَشا کے گھر میں کلکی کا ظہور ہوگا''۔ (بھگوت پُران، دوازدہم اسکندھ، باب 2، شلوک 18)

وِشنو یَشَہ اور عبداللہ میں معنوی مطابقت

درج بالا دونوں شلوک میں لفظ ''وشنو یشہ'' (विष्णुयशः) آیا ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستو اپنی کتاب ''حضرت محمد ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ'' کے صفحہ نمبر 23 پر لکھتے ہیں:

विष्णुयशः कल्कि के पिता का नाम है, जबकि मुहम्मद साहब के पिता का नाम अब्दुल्लाह था। जो अर्थ विष्णुयशः का होता है वही अब्दुल्लाह का। विष्णु यानी अल्लाह और यश यानी बन्दगी=अर्थात अल्लाह का बन्दगी=अब्दुल्लाह।

(हज़रत मुहम्मद (सल्ल०) और भारतीय धर्मग्रन्थ-डॉ० एम० ए० श्रीवास्तव पृष्ठ संख्या 23)

یعنی ''وِشنو یَشَہ کلکی کے والد کا نام ہے، جبکہ حضرت محمد ﷺ کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ وِشنو یَشَہ کا جو معنی بنتا ہے، وہی عبداللہ کا بھی ہے۔ وِشنو سے مراد اللہ ہے اور یَش سے مراد بندگی، یعنی اللہ کی بندگی ہی اور یہی معنی عبداللہ کا ہے''۔ (حضرت محمد

ﷺ اور بھارتی دھرم گرنتھ، ڈاکٹر ایم۔اے۔شری واستو، صفحہ نمبر 23)

یہ بیان محض ناموں کا تقابل نہیں بلکہ ایک لغوی و معنوی تطبیق ہے، جس میں سنسکرت اور عربی کے الفاظ کو ان کے بنیادی مفاہیم کی سطح پر دیکھا گیا ہے۔

شَمبل لفظ (مقام یا وصف)

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے آخری اوتار (کلکی اوتار) کے مقامِ ظہور پر گفتگو کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ اس امر پر تو اتفاق ہے کہ اس کا تعلق شَمبل سے ہے، تاہم صرف کسی گاؤں کا نام ہونا اس کی تعیین کے لیے کافی نہیں۔ ان کے نزدیک بنیادی سوال یہ ہے کہ آیا شَمبل کسی مخصوص بستی کا نام ہے یا ایک معنوی وصف۔ وہ دلائل کے ساتھ اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ شَمبل کسی معین گاؤں کا نام نہیں ہوسکتا، کیونکہ پرانوں میں اس کی جغرافیائی جگہ کہیں متعین نہیں کی گئی۔ مزید یہ کہ اگر ہندوستان میں شَمبل نام کی کوئی بستی موجود بھی ہو، تو تاریخ اس بات کی تائید نہیں کرتی کہ وہاں سے کوئی عالمگیر نجات دہندہ ظاہر ہوا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

कल्कि के अवतार का स्थान शम्भल ग्राम में होने का उल्लेख कल्कि एवं भागवत पुराण में किया गया है। यहाँ पहले यह निश्चय करना आवश्यक है कि शम्भल ग्राम का ना म है या किसी ग्राम का विशेषण। डा० वेद प्रकाश उपाध्याय के मतानुसार‘शम्भल’ किसी ग्राम का नाम नहीं हो सकता, क्योंकि यदि केवल किसी ग्राम विशेष को‘शम्भल’ नाम दिया गया होता तो उसकी स्थिति भी बताई गई होती। भारत में खोजने पर यदि कोई‘शम्भल’ नामक ग्राम मिलता है तो वहाँ आज से लगभग चौदह सौ वर्ष पहले कोई पुरुष ऐसा नहीं पैदा हुआ जो लोगों का उद्धारक हो। फि र अन्तिम अवतार कोई खेल तो नहीं है कि अवतार हो
जाए और समाज में जरा-सा परिवर्तन भी न हो, अत:‘शम्भल’ शब्द को विशेषण मानकर उसकी व्युत्पत्ति पर वि चार करना आवश्यक है।

(1)‘शम्भल’ शब्द‘शम्’ (शांत करना) धातु से बना है अर्थात, जिस

स्थान में शांति मिले।

(2) सम् उप सर्गपूर्वक 'वृ' धातु में अप प्रत्यय के संयोग से निष्पन्न शब्द 'संवर' हुआ। वबयोर्भेदः और रलयोर्भेदः के सिद्धांत से शम्भल शब्द की निष्पत्ति हुई, जिसका अर्थ हुआ 'जो अपनी ओर लोगों को खींचता है या जिसके द्वारा किसी को चुना जाता है'।

(3) 'शम्वर' शब्द का निघण्टु (1/12/88) में उदकनामों के पाठ है। 'र' और 'ल' में अभेद होने के कारण शम्भल का अर्थ होगा जल का समीपवर्ती स्थान'।

इस प्रकार वह स्थान जिसके आसपास जल हो और वह स्थान अत्यंत आकर्षण एवं शांतिदायक हो, वही शम्भल होगा। अवतार की भूमि पवित्र होती है। 'शम्भल' का शाब्दिक अर्थ है—शांति का स्थान। मक्का को अरबी में 'दारुल अमन' कहा जाता है, जिसका अर्थ शांति का घर होता है। मक्का मुहम्मद (सल्ल०) का कार्यस्थल रहा है।

(डॉ० वेद प्रकाश उपाध्याय, कल्कि अवतार औरमुहम्मद साहब, पृष्ठ संख्या 23-24)

ترجمہ: ''کلکی اوتار کے مقامِ ظہور کے بارے میں کلکی پران اور بھاگوت پران میں یہ ذکر ملتا ہے کہ اس کا تعلق شمبل گرام سے ہے۔ یہاں سب سے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ شمبل کسی گاؤں کا نام ہے یا کسی گاؤں کی صفت (وصف)۔ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کے مطابق شمبل کسی گاؤں کا نام نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر کسی مخصوص گاؤں کو ہی شمبل کہا گیا ہوتا تو اس کی جغرافیائی حیثیت بھی واضح کی جاتی۔ ہندوستان میں تلاش کرنے پر اگر کہیں شمبل نام کا کوئی گاؤں مل بھی جائے تو وہاں آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو لوگوں کا نجات دہندہ ہو۔ پھر آخری اوتار کوئی کھیل نہیں کہ وہ ظاہر ہو جائے اور معاشرے میں ذرا سا بھی تبدیلی نہ آئے؛ لہٰذا شمبل لفظ کو بطورِ صفت مان کر اس کی اشتقاقی تحقیق پر غور کرنا ضروری ہے''۔

(1) شمبل لفظ شم (سکون دینا/ پرسکون کرنا) دھات سے بنا ہے، یعنی وہ جگہ جہاں سکون اور امن میسر ہو۔

(2) سم سابقہ کے ساتھ وِر دھات میں اَپ لاحقہ کے اتصال سے سَنوَر بنا۔ وَ بَیور بھیدَ ہ اور رَلَیو ربھیدَ ہ کے اصول کے مطابق شَمبل لفظ کی تشکیل ہوئی، جس کا معنیٰ ہے: وہ جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، یا جس کے ذریعے کسی کو منتخب کیا جاتا ہے۔
(3) شمور لفظ کا نگھنٹو (1/12/88) میں اُدَک ناموں کے باب میں ذکر ہے۔ راور ل کے عدمِ امتیاز کی بنا پر شَمبل کا معنیٰ ہوگا: "پانی کے قریب واقع جگہ۔
اس طرح وہ مقام جس کے آس پاس پانی ہو اور جو نہایت دلکش اور سکون بخش ہو، وہی شَمبل ہوگا۔ اوتار کی سرزمین پاکیزہ ہوتی ہے۔ شَمبل کا لفظی معنی ہے: امن و سکون کی جگہ۔ مکہ کو عربی میں دارُالامن کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں امن کا گھر۔ مکہ حضرت محمد ﷺ کا مرکزِ عمل رہا ہے۔

(ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، کلکی اوتار اور محمد صاحب، صفحہ نمبر 23-24)

خلاصہ

کلکی اوتار کے مقامِ ظہور کے بارے میں کلکی پران اور بھاگوت پران دونوں میں صراحت موجود ہے کہ یہ ظہور شَمبل سے وابستہ ہے اور وِشنو یَشہ کے گھر میں ہوگا۔ ان نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شَمبل محض ایک نام نہیں بلکہ ایک اہم معنوی تصور رکھتا ہے۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر ایم۔ اے۔ شری واستو نے لفظ وِشنو یَشہ کی تشریح کرتے ہوئے اسے عبداللہ کے ہم معنی قرار دیا ہے، کیونکہ وِشنو سے مراد اللہ اور یَش سے مراد بندگی ہے۔ اس طرح کلکی اوتار کے والد کے نام اور حضرت محمد ﷺ کے والد کے نام کے معنوی تقابل کو وہ ایک قابلِ توجہ مماثلت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے اس نکتے پر زور دیتے ہیں کہ شَمبل کو کسی متعین گاؤں کا نام سمجھنا درست نہیں، کیونکہ اگر یہ کسی مخصوص بستی کا نام ہوتا تو پرانوں میں اس کی جغرافیائی تعیین بھی ضرور بیان کی جاتی۔ وہ تاریخی و عقلی دلائل کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ

کرتے ہیں کہ اگر ہندوستان میں شمبل نام کی کوئی بستی موجود بھی ہو، تو وہاں سے کسی عالمگیر نجات دہندہ کے ظہور کا کوئی معتبر تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا شمبل کو بطورِ وصف سمجھنا زیادہ معقول ہے، نہ کہ بطورِ خاص مقام۔

لسانی و اشتقاقی تحقیق کے ذریعے شمبل کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ لفظ شَم (سکون، امن) سے ماخوذ ہے اور ایسے مقام کی طرف اشارہ کرتا ہے جو امن و سکون، کشش اور طمانیت کا حامل ہو، نیز پانی کے قریب واقع ہو۔ اس تشریح کی روشنی میں شمبل کو ''امن کی جگہ'' کے مفہوم میں لیا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر مکہ مکرمہ کو عربی میں دارُالامن کہا جانا اور اسے حضرت محمد ﷺ کا مرکزِ عمل ہونا، اس بحث میں ایک معنوی و فکری تقابل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یوں یہ پورا استدلال متونِ پران، لسانی تحقیق اور تاریخی تناظر کو یکجا کر کے ایک مربوط تحقیقی نتیجہ پیش کرتا ہے۔

❁❁❁

حصہ سوم

مورتی پوجا کی ممانعت

(ہندو دھرم کی مقدس کتابوں میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مورتی پوجا کی ممانعت

ہندو دھرم کی فکری و مذہبی بنیاد بنیادی طور پر ویدوں پر قائم ہے، جنہیں ہندو مذہبی روایت میں مقدس اور ماورائے انسانی کتابیں تصور کیا جاتا ہے۔ تاہم علمی و تنقیدی مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وید اپنی موجودہ شکل میں وحیِ الٰہی کی ان بنیادی شرائط پر پورا نہیں اترتے جو آسمانی کتابوں کے لیے لازم سمجھی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود ایک اہم اور قابلِ توجہ حقیقت یہ ہے کہ ویدوں میں مورتی پوجا، بتوں یا مندروں کے نظام کا کوئی واضح اور صریح ذکر موجود نہیں، بلکہ اس کے برعکس ان میں کئی مقامات پر توحید، الوہیتِ واحدہ اور غیر مجسم رب کے تصورات پائے جاتے ہیں۔

ویدک ادب میں خدا کو اکثر نرآ کار، نرویکار اور غیر محدود حقیقت کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جسے کائنات کا خالق، نظم و ضبط قائم رکھنے والا اور کل حقیقت (Ultimate Reality) مانا گیا ہے۔ مثال کے طور پر بعض مقامات پر برہمن (Brahman) کو ایک ایسی مطلق ہستی کہا گیا ہے جو نہ کسی صورت میں محدود ہے اور نہ ہی انسانی تصور میں سمائی جا سکتی ہے۔ یہ تصورات خالص توحید کے قریب معلوم ہوتے ہیں، جن میں خدا کو شکل و صورت، رنگ و جسم سے پاک قرار دیا گیا ہے۔

تاہم ویدک فکر میں ایک نمایاں فکری الجھن بھی پائی جاتی ہے، جو آتما (روح) اور پرماتما (اعلیٰ رب) کے باہمی تعلق سے متعلق ہے۔ بعض مقامات پر آتما اور پرماتما کو

ایک ہی حقیقت کے دو نام قرار دیا گیا ہے، جبکہ بعض دوسرے مقامات پر دونوں کے درمیان واضح فرق کیا گیا ہے۔ پرماتما کو کامل، لامحدود، سراپا آنند (مسرت) اور خیرِ محض بتایا گیا ہے، جب کہ آتما کو محدود، دکھوں میں مبتلا اور بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہستی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر کبھی آتما کو پرماتما سے الگ مانا جاتا ہے اور کبھی دونوں کے اتحاد (Union) کا نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔

یہ فکری تضاد دراصل اس بات کی علامت ہے کہ ویدک مذہبی فکر ایک منظم اور واضح توحیدی عقیدہ پیش کرنے میں ناکام نظر آتی ہے۔ ایک طرف خدا کو غیر مجسم اور واحد مانا جاتا ہے، تو دوسری طرف عملی مذہبی روایت میں رفتہ رفتہ دیوی دیوتاؤں، مجسم خداؤں اور مورتی پوجا کو فروغ ملا، جو بعد کے ادوار کی پیداوار ہے، نہ کہ اصل ویدک تعلیمات کا لازمی جز۔

۱۔ویدوں میں بت پرستی کا فقدان

ویدوں خصوصاً رِگ وید میں دیوی دیوتاؤں کے اوصاف ضرور ملتے ہیں، لیکن مورتی سازی یا بتوں کے سامنے سجدہ و پوجا کی صریح ہدایت کہیں موجود نہیں۔ یہ بات متعدد غیر جانب دار محققین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:

ویدک عبادت زیادہ تر فطری مظاہر (آگ، سورج، ہوا) سے متعلق تھی، اور ان مظاہر کو علامتی قوتوں کے طور پر سمجھا جاتا تھا، نہ کہ پتھر یا دھات کی مورتیاں بنا کر ان کی عبادت کی جاتی ہو۔

۲۔توحید جیسی جھلکیاں

ویدک متون میں بعض مقامات پر ایسا تصورِ الوہیت ملتا ہے جو توحید سے قریب تر ہے۔ مثال کے طور پر: ایک جگہ برہمن (Brahman) کو نِرویکار (بے شکل، بے مثال، غیر مادی) کہا گیا ہے، اسی برہمن کو پوری کائنات کا خالق، ناظم اور قائم رکھنے والا مانا گیا ہے۔

بعض شلوکوں میں ایک ہی اعلیٰ حقیقت کو مختلف ناموں سے پکارنے کا ذکر ملتا ہے، جو وحدتِ الوہیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ تصورات اس بات کی دلیل ہیں کہ ویدک فکر میں کم از کم ایک سطح پر ایک اعلیٰ، غیر مرئی اور مطلق ہستی کا تصور موجود تھا۔

۳۔آتما اور پرماتما کا فکری تضاد

تاہم ویدک و بعد از ویدک فلسفے میں ایک نمایاں فکری الجھاؤ بھی پایا جاتا ہے: کہیں پرماتما (ربِ اعلیٰ) کو لامحدود، آنند (مسرت کا خزانہ) اور مطلق حقیقت قرار دیا جاتا ہے، جبکہ آتما (روح) کو محدود، دکھوں میں مبتلا اور قیدِ مادہ میں گرفتار بتایا جاتا ہے۔
بعض مقامات پر آتما اور پرماتما میں واضح فرق رکھا جاتا ہے، اور بعض جگہ دونوں کو ایک ہی حقیقت کے دو نام قرار دے دیا جاتا ہے۔
یہی داخلی تضاد ویدک فکر کے عقائد و نظریات میں پائے جانے والے تضاد کو ظاہر کرتا ہے، جہاں کبھی وحدت (Monism) اور کبھی ثنویت (Dualism) کی بات کی جاتی ہے، اور ایک واضح، مستقل عقیدہ سامنے نہیں آتا۔

لہٰذا علمی دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ہندو دھرم کی قدیم مذہبی کتابوں میں بت پرستی کی صریح تائید موجود نہیں، بلکہ وہاں ایسے تصورات پائے جاتے ہیں جو توحید کے قریب تر ہیں، اگرچہ وہ فکری ابہام، داخلی تضادات اور فلسفیانہ پیچیدگیوں سے خالی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے زمانوں میں مذہبی فکر کے ارتقا کے ساتھ اصل توحیدی رجحان کمزور پڑتا گیا اور عوامی سطح پر مورتی پوجا ایک غالب مذہبی عمل کی صورت اختیار کر گئی۔
مختصر یہ کہ قدیم ویدوں میں بت پرستی کی واضح تعلیم نہیں ملتی، بعض مقامات پر توحید سے قریب تر تصورات موجود ہیں، لیکن آتما و پرماتما، وحدت و کثرت، اور صفاتِ الٰہیہ کے باب میں واضح تضادات بھی پائے جاتے ہیں، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ویدک متون ایک مربوط اور خالص توحیدی نظامِ عقیدہ پیش نہیں کرتے، بلکہ مختلف فکری ادوار کی آمیزش کا مجموعہ ہیں۔

ہندو مذہب کی اصل بنیاد

ہندو مذہب کی فکری اور اعتقادی اساس چار ویدوں پر قائم ہے رِگ وید، یجُر وید، سَام وید اور اَتھر وید۔

یہ وید ہندو دھرم میں دائمی، آسمانی اور ایشوری گیان (الہامی علم) کا سرچشمہ مانے جاتے ہیں۔ ہندو عقیدہ کے مطابق یہ وید پرمیشر (خدا) کی طرف سے نازل کردہ علمِ حق ہیں جو ابتدا میں رِشی منیوں (انبیا نما بزرگوں) کے دلوں میں ودیعت کیے گئے اور وہی ان کے پہلے شارح اور نقیب بنے۔

- رِگ وید (Rig Veda) کو سب سے قدیم اور بنیادی وید سمجھا جاتا ہے، جس میں اشعار کی صورت میں خدا، فطرت اور انسان کے تعلق پر ابتدائی دعائیں اور مناجات شامل ہیں۔
- یجُر وید (Yajur Veda) عبادات اور قربانیوں کے طریقے بتاتا ہے۔
- سَام وید (Sama Veda) موسیقی، تسبیح اور روحانی نغمگی کا مظہر ہے، جبکہ
- اَتھر وید (Atharva Veda) میں روحانی علوم، طب، جادو اور کائناتی قوتوں سے متعلق تصورات بیان کیے گئے ہیں۔

ان چاروں ویدوں کو ملا کر ''چتور وید'' کہا جاتا ہے، اور یہی ہندو شاستر (مقدس متون) کی بنیاد اور ہندو عقائد و عبادات کی اساس ہیں۔

ویدوں کے متعلق اختلافات

اگرچہ ہندو دھرم میں ویدوں کی حیثیت ایک مقدس الہامی صحیفے کی ہے، لیکن زمانۂ قدیم کے گزرنے اور فکری مکاتب کے ابھرنے کے بعد اس بارے میں گہرے اختلافات پیدا ہو گئے۔ سناتن دھرم اور آریہ سماج کے مابین سب سے بڑا اختلاف یہی ہے کہ ویدوں کی حیثیت اور تعبیر کیا ہے۔

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی جی کے مطابق

''وید کسی انسان کی تصنیف نہیں، بلکہ ایشور کی الہامی وحی ہیں جو رشیوں کے دلوں میں سنکلپ (وحی کی مانند القا) کے ذریعے اُتریں''۔ (سوامی دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، باب 1)

جبکہ سناتن دھرم کے بعض قدیم مکاتبِ فکر کے نزدیک وید دراصل مانو (انسانی) رِشیوں کے افکار و مکاشفات ہیں، جنہوں نے روحانی تجربات کے نتیجے میں خدا کے اسرار و رموز کو شعر و منتر کی صورت میں بیان کیا۔

چنانچہ دونوں مکاتبِ فکر اس بات پر تو متفق ہیں کہ وید مذہب کا سرچشمہ ہیں، مگر اس کے منبع و ماخذ پر اختلاف رکھتے ہیں۔

تاریخی طور پر ہندو مذہب اتنا قدیم ہے کہ اس کی ابتدا پر پردہ پڑ چکا ہے۔ صدیوں کی تہذیبی آمیزش، فکری تبدیلیوں اور فلسفیانہ تاویلات نے اس میں اتنے تغیرات پیدا کیے کہ اس کے اصلی عقائد کی پہچان نہایت دشوار ہو گئی۔

چنانچہ محققین کے نزدیک یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ویدوں کی زبان، فکر اور مفہوم خود زمانے کی گرد میں ڈھلتے ڈھلتے کئی پرتوں سے ڈھک گیا۔

ڈاکٹر Sarvepalli Radhakrishnan نے اپنی مشہور کتاب Indian Philosophy میں ویدوں کے بارے میں یہ تصور بیان کیا ہے کہ وہ کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں بلکہ مختلف رشیوں کے روحانی تجربات کا مجموعہ ہیں۔ اصل اقتباس اس طرح ہے:

> The Vedas are the earliest documents of the human mind which we possess. They consist of hymns which are the products of the spiritual experiences of individual seers.

(Dr. Sarvepalli Radhakrishnan, Indian Philosophy, Vol. 1)London: Oxford University Press, 1923, Chapter 1"The Vedas", Page 7)

ترجمہ: وید انسانی ذہن کی وہ قدیم ترین دستاویزات ہیں جو ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

یہ ایسے بھجنوں پر مشتمل ہیں جو مختلف رِشیوں کے روحانی تجربات و مشاہدات کا نتیجہ ہیں۔

اسی لیے بعض جدید ہندو مفکرین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ ویدوں کی اصل بنیاد الہامی اور روحانی نوعیت کی سمجھی جاتی ہے، لیکن انہیں انسانی زبان میں مختلف رِشیوں نے اپنے روحانی مشاہدات اور تجربات کی صورت میں مرتب و مدون کیا۔

ہندو مذہب میں مورتی پوجا کی ابتداء

ہندو مذہب میں مورتی پوجا (بت یا دیوتا کی مورت کی عبادت) کی ابتدا ایک تدریجی فکری و تاریخی عمل کا نتیجہ ہے۔ ویدک عہد (تقریباً 1500 تا 600 قبل مسیح) میں مورتی پوجا کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اُس وقت عبادت کا طریقہ یگیہ (قربانی) اور منتر پاتھ پر مبنی تھا۔ رِگ وید میں مختلف دیوتاؤں اگنی، اندر، ورُن وغیرہ کا ذکر ملتا ہے، مگر ان کی کوئی مورت یا تصویر نہیں تھی۔ ویدک انسان فطری قوتوں کو الٰہی مظاہر سمجھتا تھا، مگر انہیں جسمانی شکل میں نہیں پوجتا تھا۔

اس دور کا مذہب زیادہ تر توحیدی (Monotheistic) اور فطرت پرستانہ (Naturalistic) تھا، جیسا کہ رِگ وید (1.164.46) میں کہا گیا: ”سچائی ایک ہے، مگر عقلمند اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں“۔

بعد کے اُپنشدک دور (تقریباً 800 تا 500 قبل مسیح) میں مذہب کا رجحان تجریدی توحید (Philosophical Monism) کی طرف گیا ”सर्वं खल्विदं ब्रह्म“ (یہ سارا جہان برہمن ہے)۔ مگر عام لوگوں کے لیے یہ فلسفہ مشکل تھا۔ چنانچہ برہمن کے تجریدی تصور کو سمجھنے میں سہولت کے لیے علامتی شکلوں (Symbols) کا استعمال شروع ہوا۔ خدا کی ساکار روپ میں اُپاسنا (عبادت) یعنی کسی شکل یا مورت کے ذریعے دھیان لگانے کا رجحان یہیں سے پیدا ہوا۔ یہ عمل رفتہ رفتہ عوامی مذہب میں داخل ہوا اور مورتی پوجا کی فکری بنیاد بنا۔ پھر پرانک اور بھکتی دور (تقریباً 300 تا 1000 عیسوی) میں مورتی پوجا مکمل

طور پر مذہبی نظام کا حصہ بن گئی۔ وشنو پران، شیو پران اور دیوی بھاگوت پران میں دیوتاؤں کی مورت بنانے، مندر تعمیر کرنے اور پوجا کے ضابطے تفصیل سے بیان کیے گئے۔ بھگوت گیتا نے بھی عام انسان کے لیے غیر مرئی برہمن کی عبادت کو مشکل بتاتے ہوئے مورتی پوجا کو جائز قرار دیا۔ یوں ابتدا میں جو تصور علامتی اور ذہنی سہارا تھا، وہ بعد کے ادوار میں روحانی عقیدت (भक्ति / Bhakti) کا مرکز بن گیا اس یقین کے ساتھ کہ مورت خود خدا نہیں بلکہ خدا کے جلوے کا آدھار (وسیلہ) ہے۔

ویدک عہد میں خدا کا تصور (1500-600 قبل مسیح)

ابتدائی ویدک دور میں (خاص طور پر رِگ وید) خدا کا تصور ''ایک برتر حقیقت'' (एकं सत्) کے طور پر تھا۔ اس زمانے میں مورتی پوجا (بت پرستی) کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ عبادت یگیہ (यज्ञ) یعنی آگ کے ذریعے قربانی اور منتر و رسومات کے ذریعہ ہوتی تھی۔

एकोम् सत् विप्रा बहुधा वदन्ति।
अग्निं यमं मातरिश्वानमाहुः॥

ترجمہ: ''سچائی ایک ہے، مگر عقلمند اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں''۔

(رگ وید 1.164.46)

تشریح: اس دور میں لوگ فطری طاقتوں اگنی (آگ)، ورُن (آسمان/قانون)، اندر (بارش و جنگ) کو خدا کے روپ میں مانسِک علامت کے طور پر دیکھتے تھے، مگر ان کی مورتی (بت) نہیں بناتے تھے۔

علامتی پوجا کی ابتداء (تقریباً 800-500 قبل مسیح)

ویدک مذہب کے زوال کے بعد جب اُپنشدوں اور برہمن گرنتھوں کا زمانہ آیا تو توحیدی (Monistic) خیالات مضبوط ہوئے ''برہمن ہی سب کچھ ہے''۔ لیکن عام عوام کے لیے یہ فلسفہ انتہائی تجریدی (Abstract) تھا۔ چونکہ عام لوگ ادھیاتم (روحانی

مراقبہ) نہیں سمجھ پاتے تھے، اس لیے خدا کے روپ کو کسی شکل میں دیکھنے کا رجحان پیدا ہوا۔

सर्वं खल्विदं ब्रह्म।

तज्जलानिति शान्त उपासीत।

ترجمہ: ''یہ سارا جگت دراصل برہمن ہے''۔ (چھاندوگیہ اُپنشد، 3.14.1)

یہی خیال بعد میں ''ساکار اُپاسنا'' (خدا کو شکل میں ماننا) میں تبدیل ہوا۔ یہ مورتی پوجا کی فکری بنیاد بنی۔

مہا کاوی دور۔ (رامائن و مہابھارت میں مورتی پوجا)

(تقریباً 400 قبل مسیح 400 عیسوی)

مہا کاوی دور میں (رامائن و مہابھارت کے عہد میں) مورتی پوجا کا باقاعدہ چلن عام ہو گیا۔ والمی کی رامائن میں شیو لنگ، وشنو کی مورتیاں اور یگیہ کنڈوں کے ساتھ دیوتا پوجا کے تذکرے ملتے ہیں۔

तत्र देवायतं दृष्ट्वा लि ङ्गं च स्थापनं तथा।

ترجمہ: ''وہاں دیوتا کا مندر اور لنگ کی ستھاپنا دیکھی''۔

(والمی کی رامائن، بالا کانڈ، سرگ 75، شلوک 17)

اسی طرح مہابھارت (انوشاسن پرو) میں مورتی پوجا کو ''بھکتی یوگ'' کا ایک حصہ بتایا گیا ہے۔

پُرانک عہد (300-1000 عیسوی) اور مورتی پوجا

یہی دور مورتی پوجا کے باضابطہ عروج کا ہے۔ پرانوں جیسے وشنو پران، شیو پران، دیوی بھاگوت پران میں ہر دیوتا کی مورتی، مندر، منتر، پوجا و آرتی کی تفصیل دی گئی ہے جیسے:

अर्चायामेव हरये पूजां यः श्रद्धयेहिते।

न तद्भक्तेषु चान्येषु स भक्तः स्यान्मनोरथः॥

ترجمہ: ''جو شخص ہری کی مورتی میں پوجا کرتا ہے، وہ دراصل خود ہری کی پوجا کرتا ہے''۔
(وشنو پران 6.5.47)

اسی دور میں مورتیوں کی دھات، پتھر، لکڑی سے ساخت اور مندر سنگھٹن (Temple Architecture) وجود میں آیا خاص طور پر گپت عہد (4th–6th Century CE) میں۔

بھگوت گیتا کے مطابق

بعد میں بھگوت گیتا نے مورتی پوجا کو بھکتی یوگ کے حصے کے طور پر جائز قرار دیا:

क्लेशोऽधिकतरस्तेषामव्यक्तासक्तचेतसाम्।
अव्यक्ता हि गतिर्दुःखं देहवद्भिरवाप्यते॥

ترجمہ: ''جن کے ذہن غیر مرئی خدا سے وابستہ ہیں، ان کے لیے عبادت مشکل ہے''۔
(بھگوت گیتا، ادھیائے 12، شلوک 5)

وضاحت: گیتا کے مطابق عام انسان کو غیر مرئی ''برہمن'' کی عبادت میں مشکل ہوتی ہے، اس لیے مورتی اس کی ادھیاتمک توجہ کا آدھار (بنیاد) بن سکتی ہے۔

بُدھ و جین کے اثرات

ابتدائی بدھ مت میں مورتی پوجا نہیں تھی، لیکن پہلی صدی قبل مسیح کے بعد بدھ کی مورتی (گندھارا و متھرا آرٹ) بننے لگیں۔ یہی رجحان ہندو مندر کلچر میں بھی داخل ہوا۔

The earliest Hindu image worship seems to have been influenced by the Buddhist and Jain image cults of the post-Mauryan period. (A.L. Basham, The Wonder That Was India, 1954, Page 312)

ترجمہ: ''ابتدائی ہندو مورتی پوجا بظاہر موریہ سلطنت کے بعد کے زمانے میں بدھ مت اور جین دھرم کے مورتی پوجا کے رجحانات سے متأثر ہوئی''۔

خلاصۂ بحث

ابتدائی ویدک دور (تقریباً 1500 تا 600 قبل مسیح) میں ہندو مذہب میں مورتی پوجا کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اُس زمانے میں عبادت کا طریقہ یگیہ (قربانی)، منتر پاتھ اور فطری طاقتوں کی نذر و نیاز پر مبنی تھا۔ اندر، اگنی، ورن اور سوما جیسے دیوتا فطرت کی قوتوں کے استعارے تھے جن کی کوئی مورت یا شکل نہیں بنائی جاتی تھی۔ اُس دور کا مذہب بنیادی طور پر ایک برتر اور یکتا حقیقت پر ایمان رکھتا تھا، یعنی سچائی ایک ہے مگر عقلمند لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ اس طرح ویدک مذہب دراصل توحیدی رجحان کا حامل تھا، جس میں خدا کو غیر مرئی اور لاشکل مانا جاتا تھا۔

ویدک دور کے بعد جب اُپنشدوں کا زمانہ آیا تو مذہب فلسفیانہ پہلو اختیار کر گیا۔ اس دور میں خدا کو برہمن کہا گیا جو لامحدود، بے شکل اور غیر مرئی حقیقت ہے۔ تاہم چونکہ عام انسان کے لیے اس تجریدی تصور کو سمجھنا آسان نہیں تھا، اس لیے لوگوں نے خدا کو کسی نہ کسی علامت یا صورت میں سوچنا شروع کیا تاکہ دھیان اور عبادت میں سہولت ہو۔ یہی وہ دور تھا جب ساکار اُپاسنا یعنی خدا کو شکل کے ساتھ پوجنے کا رجحان پیدا ہوا۔ یہ رجحان دراصل مورتی پوجا کے فکری آغاز کی بنیاد بنا، جہاں مورت کو خدا نہیں بلکہ خدا کی یاد اور دھیان کا وسیلہ سمجھا جانے لگا۔

مہا کاوی دور میں، جب رامائن اور مہابھارت جیسے گرنتھ لکھے گئے، اس وقت مورتی پوجا عملی طور پر عام ہو چکی تھی۔ اس زمانے میں شیو لِنگ کی استھاپنا، دیوتاؤں کے مندروں کی تعمیر، اور پوجا کی رسومات کا ذکر واضح طور پر ملتا ہے۔ عبادت کا انداز اب قربانیوں اور یگیہ تک محدود نہیں رہا بلکہ دیوی دیوتاؤں کی مورتوں کے سامنے بھکتی اور نذر و نیاز کا رواج عام ہوا۔ یہ دور دراصل اس تبدیلی کا مظہر تھا جس میں ہندو مذہب فلسفیانہ تجرید سے عوامی پوجا کی عملی صورت کی طرف بڑھا۔

پُرانک عہد میں مورتی پوجا نے ایک منظم اور مرکزی شکل اختیار کر لی۔ مختلف

پرانوں میں شیو، وشنو اور دیوی کی مورتیاں بنانے، مندروں کی تعمیر اور پوجا کے اصول و منتر بیان کیے گئے۔ اس دور میں مورتی پوجا نہ صرف عبادت کا ذریعہ بلکہ بھکتی یعنی عقیدت کا مظہر بن گئی۔ فلسفیانہ طور پر یہ مانا گیا کہ مورت خود خدا نہیں بلکہ خدا کے جلوے کا آدھار ہے۔ عوام کے لیے یہ ساکار روپ خدا کے دھیان کا آسان وسیلہ بن گیا، اور مندر ہندو سماج کے روحانی و ثقافتی مراکز بن گئے۔

تاریخی اعتبار سے ہندو مورتی پوجا پر بدھ مت اور جین دھرم کے اثرات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ موریہ سلطنت کے بعد کے دور میں بدھ اور جین مذاہب نے اپنے گروؤں اور تیرتھنکروں کی مورتیاں بنانا شروع کیں۔ انہی روایات سے متاثر ہو کر ہندو مت میں بھی مورتی پوجا کی روایت مضبوط ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہ روایت ہندو مذہب کا لازمی جزو بن گئی اور بھکتی یوگ کے تحت ایک روحانی اور عوامی عبادت کی شکل میں مستحکم ہو گئی۔

ہندو مذہب میں مورتی پوجا کی ابتدا کسی ایک وقت یا شخص سے منسوب نہیں، بلکہ یہ ایک طویل فکری اور ثقافتی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ ابتدا میں ویدک دور میں خدا کا تصور غیر مرئی اور لاشکل تھا، مگر جیسے جیسے مذہب عوامی سطح پر پھیلا، لوگوں نے اس تجریدی تصور کو سمجھنے اور محسوس کرنے کے لیے خدا کی علامتی صورتوں کا سہارا لیا۔ اُپنشدوں نے برہمن کی وحدت کو فلسفیانہ طور پر پیش کیا، رامائن و مہابھارت کے عہد میں یہ تصور عملی عبادت کی شکل میں ظاہر ہوا، اور پُرانک دور میں باقاعدہ نظام بن گیا۔ بعد ازاں بدھ اور جین روایات کے اثر سے مندر اور مورت کلچر مستحکم ہوا۔ یوں مورتی پوجا دراصل انسان کے اُس روحانی میلان کی علامت بن گئی جو خدا کو کسی قابلِ فہم اور محسوس شکل میں پانے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ خدا کو پتھر میں محدود کرنے کی۔

خدا کا تصور سَناتن دھرم میں

سَناتن دھرم جو ہندو مذہب کی قدیم ترین تعبیر اور اس کا خالص روحانی سرچشمہ ہے میں خدا (ایشور یا برہمن) کا تصور نہایت عمیق، لطیف اور ماورائی نوعیت رکھتا ہے۔ یہ

عقیدہ صرف الوہیت کے ظاہری پہلو تک محدود نہیں بلکہ کائنات، انسان اور وجود کی باطنی حقیقت تک محیط ہے۔

سَناتن دھرم کے جلیل القدر رہنما، ممتاز عالمِ دین اور بانیٔ بنارس ہندو یونیورسٹی، پنڈت مدن موہن مالویہ (Madan Mohan Malaviya) نے اپنے تحقیقی مقالے میں شویتا شوتَر اوپنشد (Shvetāshvatara Upanishad) سے ایک نہایت اہم اقتباس نقل کر کے خدا کے تصور کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے:

''لوک (کائنات) میں نہ اس کا کوئی سوامی (مالک) ہے، نہ اس پر کوئی آ گیّا (حکم) چلانے والا ہے، نہ اس کا کوئی چِنھ (نشان) ہے۔ وہی سب کا خالق ہے، اس کا کوئی خالق نہیں، نہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے، نہ اس کا کوئی رَکچھک (محافظ) ہے''۔

(پنڈت مدن موہن مالویہ، ''ایشور کی ستّا اور مہتا''، گیتا پریس، گورکھپور، صفحہ 45)

یہ اقتباس شویتا شوتَر اُپنشد (باب 6، منتر 9) سے ماخوذ ہے، جس میں کہا گیا ہے:

न तस्य कश्चित् पतिरस्ति लोके
न चाधिपो न च तस्येऽन शीलः।
न कारणं करणाधिपादि यस्तु
स्वयं तदन्यन नियमयत्येष देवः॥

ترجمہ: اس (خدا) کا اس دنیا میں کوئی مالک یا آقا نہیں، نہ اس پر کوئی حاکم ہے اور نہ کوئی اس کو قابو کرنے والا۔ نہ وہ کسی کا محتاج سبب ہے اور نہ اس پر کسی علت کی حکومت ہے؛ وہ خود سب کا حاکم ونگہبان ہے اور سب پر اقتدار رکھنے والا واحد خدا ہے۔

(شویتا شوتَر اُپنشد، باب 9، منتر 6)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ سَناتن دھرم کے نزدیک خدا ایک لامتناہی، خود مختار اور ازلی وابدی ہستی ہے، جو کسی کے حکم یا نظام کا تابع نہیں۔ وہ نہ پیدا ہوا، نہ پیدا کیا گیا، نہ فنا پانے والا ہے۔ وہ بے مثل، لاشریک اور لاحد ہے۔

سَناتن دھرم کے دیگر متون میں خدا کا تصور

سَناتن دھرم میں خدا کی تعریف محض نظری نہیں بلکہ وجودی (Existential) ہے۔ وہ ہر شے میں موجود ہے مگر ہر شے سے ماورا بھی ہے۔

اپنشدوں (Upanishads) میں خدا کو ''برہمن'' کہا گیا ہے، جو کائنات کی اصل روح، علتِ اولیٰ، اور واحد حقیقت ہے۔

एकमेव अद्वितीयम्

ترجمہ: ''وہ ایک ہی ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں''۔ (چاندوگیہ اوپنشد پرشن 1، کھنڈ 2، منتر 6)

अणोरणीयान् महतो महीयान्

ترجمہ: ''وہ (خدا) ذرّے سے بھی زیادہ باریک اور نہایت عظیم ہستیوں سے بھی زیادہ بلند و برتر ہے''۔ (کٹھ اُپنشد ادھیائے 2، والّی 1، منتر 2)

ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या

ترجمہ: ''برہمن (خدا) ہی حق ہے، کائنات اس کے مقابلے میں عارضی اور فانی ہے''۔ (منڈک اُپنشد، باب 2، منڈل 2، منتر 2)

یہ تمام اقتباسات اس بات پر متفق ہیں کہ خدا نرا کار (بے شکل)، نرجُن (صفات سے ماورا)، اور سرو ویاپک (ہر جگہ موجود) ہے۔ وہ کسی جسم، ذات یا جنس کا محتاج نہیں۔ وہی سَروَ شکتی مان، سَروَ گیہ، اور سَروَ ویاپک ہے یعنی وہی قادرِ مطلق، عالمِ کل اور حاضر و ناظر ہے۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَہُدِ یَوواد (बहुदेववाद)

(یعنی بہت سے خداؤں کا تصور)

ہندو مذہب میں بَہُدِ یَوواد (बहुदेववाद) یعنی ''کئی خداؤں پر ایمان'' کا تصور دراصل ویدک فلسفۂ توحید بعد کی عوامی تعبیر ہے۔ ابتدائی رِگ وید عہد میں خدا کو ایک ہی برتر حقیقت کے طور پر مانا گیا، مگر اس کی مختلف صفات و مظاہر کو الگ الگ نام دیے گئے۔ بعد کے ادوار میں عوام نے ان ''صفاتِ خدا'' کو الگ الگ دیوی۔ دیوتاؤں کی صورت میں مان کر ان کی پوجا شروع کر دی۔ اس طرح خدا کی وحدت صفاتی کثرت میں تقسیم ہو گئی۔ اسی بنیاد پر بعد کے زمانے میں ''تین مورتیوں'' جیسے برہما، وشنو اور مہیش (شیو) کا نظریہ سامنے آیا:

(۱) برہما (ब्रह्मा) تخلیق کرنے والا (सृष्टि करने वाला)

(۲) وشنو (विष्णु) پرورش کرنے والا (पालन करने वाला)

(۲) مہیش/شیو (शिव / महेश) فنا کرنے والا (संहार करने वाला)

یہ تینوں دراصل ایک ہی ''ایشور'' کے مختلف صفات یا فعلی پہلو ہیں، مگر عوامی عقیدت میں یہ الگ الگ دیوتا بن گئے۔

ویدک توحید کا اصل پیغام

رِگ وید میں واضح اعلان ہے کہ حقیقت ایک ہی ہے، مگر دانا لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔

एकोम् सत् विप्रा बहुधा वदन्ति ।

अग्निं यमं मातरिश्वानमाहुः ॥

ترجمہ: ''سچائی ایک ہی ہے، مگر عقلمند لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں کوئی اسے اگنی کہتا ہے، کوئی یم، اور کوئی ماترِشوا (ہوا یا وائیو) کہتا ہے''۔

(رِگ وید، منڈل 1، سوکت 164، منتر 46)

یہ منتر اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ویدک مذہب میں خدا ایک ہی تھا، مگر اس کے مختلف پہلوؤں کو سمجھانے کے لیے کئی نام اور صفات استعمال ہوئے۔ بعد میں انہی ناموں نے الگ الگ ''دیوتاؤں'' کی شکل اختیار کر لی۔

ایک ہی خدا کی مختلف صفات (اگنی، اندر، وشنو، برہما، شیو)

رِگ وید میں خدا کی مختلف صفات کو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر خدا کو اگنی (روشنی و توانائی)، دوسرے پر وشنو (ہمہ گیر)، تیسرے پر برہما (خالق علم)، اور چوتھے پر شیو (اتہاسک طور پر شُبھ، یعنی نیک) کہا گیا۔ مثلاً:

त्वं अग्ने इन्द्रो वृषभः सता मसि।
त्वं विष्णुरुरुगायो नमस्यः।
त्वं ब्रह्मा रयिवद् ब्रह्मणस्पते।
त्वं धर्माणि प्रथमान्याहुः॥

ترجمہ: اے اگنی! تم ہی وہ اندر ہو جو نیک لوگوں کی آرزوئیں پوری کرتا ہے، تم ہی عبادت کے لائق وشنو ہو، تم ہی برہما اور برہمنسپتی (علم کے مالک) ہو، تم ہی وہ ہو جسے لوگ دھرم کا سرچشمہ کہتے ہیں۔ (رِگ وید، منڈل 2، سوکت 1، منتر 3 تا 11)

یہ شلوک صریح ثبوت ہے کہ ویدک عہد میں تمام دیوتاؤں کو ایک ہی ''ایشور'' کے مختلف نام یا صفات کے طور پر مانا جاتا تھا۔ بعد کے دور میں جب فلسفہ کمزور اور رسومات غالب ہوئیں، تو عوام نے ان صفاتی ناموں کو الگ الگ دیوتا سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا۔

33 کروڑ دیوتاؤں کا تصور

ویدک متنوں میں 33 دیوتاؤں (त्रयस्त्रिंशत् देवाः) کا ذکر ملتا ہے جنہیں

بعد کے پُرانک دور میں عوامی تصور کے تحت "33 کروڑ دیوی دیوتا" میں بدل دیا گیا۔ یہ دراصل عددی حقیقت نہیں، بلکہ لامحدود صفاتِ خدا کی علامت ہے۔ یعنی خدا کی قدرت، روشنی، رحم، علم، فنا، رزق وغیرہ جیسے صفات کو الگ الگ صورتوں میں مجسم کر دیا گیا۔ یوں آہستہ آہستہ توحیدِ صفاتی سے شرکِ تمثیلی (Symbolic Polytheism) پیدا ہوا۔

ویدک دور میں "33 دیوتا" (त्रयस्त्रिंशत् देवाः) کا تصور

ویدوں میں "33 دیوتا" کا ذکر صاف طور پر موجود ہے، نہ کہ 33 کروڑ کا۔ یہ 33 دیوتا تین گروہوں میں بیان ہوئے ہیں جیسے:

8 واسو، 11 رودر، 12 آدتیہ + اندر + پرجاپتی = 33

ते त्रयस्त्रिंशद् एव देवाः।

अष्टौ वसवः, एकादश रुद्राः, द्वादश आदित्या, इन्द्रः, प्रजापतिः॥

ترجمہ: "دیوتاؤں کی تعداد 33 ہے: 8 واسو، 11 رودر، 12 آدتیہ، اور ان کے ساتھ اندر اور پرجاپتی"۔ (برہدارنیک اُپنشد (बृहदारण्यक उपनिषद्) 3.9.1)

رِگ وید میں 33 دیوتاؤں کا ذکر

رگ وید بھی واضح طور پر 33 دیوتاؤں کی دانائی کا ذکر ہے۔

त्रिंशच्च देवा नौ च देवासः।

ترجمہ: دیوتاؤں کی تعداد تینتیس (33) ہے، اور یہ سب (اپنی اپنی صفات کے ساتھ) دیوتا کہلائے ہیں۔ (رِگ وید، منڈل 1، سوکت 45، منتر 2)

(یہ شلوک عشونوں کے بارے میں ہے جہاں 33 دیوتاؤں کا ذکر مجموعی طور پر آتا ہے)

33 کروڑ دیوتا

ویدوں میں کہیں بھی "33 کروڑ" (330 Million) دیوتا کا ذکر نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی "त्रयस्त्रिंशत् देवाः" (تریاسترِ مشت دیواہ) یعنی 33 دیوتا سے پیدا ہوئی۔ بعد

کے پُرانک دور میں عوام نے اسے ''تراسی کروڑ'' سمجھ لیا، اور یوں 33 کروڑ دیوتا کا عقیدہ پھیل گیا۔ اصل میں یہ ویدک دور میں صفاتِ الٰہی کی کثرت ہے جیسے ہر صفت کو ایک الگ نام یا شخصیت سمجھ لیا گیا، مثلاً:

طاقت کی صفت کو اندر سے، روشنی کی صفت کو اگنی سے، ہوا کی صفت کو وائیو سے، علم کی صفت کو برہسپتی سے وغیرہ۔ مگر ویدک نظریہ کہتا ہے: یہ سب ایک ہی پرمیشور کی صفات ہیں شخصیتیں نہیں۔

جدید ہندو مصلحین کی تعبیر

مشہور ویدک مفسر پنڈت شری رام شرما آچاریہ نے اپنے رسالے 'اکھنڈ جیوتی' (جولائی 1985ء، ص 161) میں واضح طور پر لکھا:

''یہ تمام نام دراصل خدا کی صفاتی پہچان ہیں۔ یہ کوئی الگ دیوتا نہیں، بلکہ ایک ہی پرمیشور کے مختلف روپ یا گُن ہیں۔ انہیں الگ ہستی سمجھنا جہالت ہے، اور اسے چھوڑ دینا ہی آدھیاتمک بیداری کی نشانی ہے''۔

یعنی ویدوں میں جن ناموں کا ذکر ہے، وہ سب صفاتِ الٰہی کے استعارے ہیں، نہ کہ جداگانہ خداؤں کے نام۔ بدقسمتی سے بعد کے زمانوں میں برہمنوں نے انہی صفاتی ناموں کو الگ الگ دیوی دیوتا بنا دیا اور مورتی پوجا و مندر کلچر کے ذریعے اسے مذہبی رسم بنا لیا۔

خلاصہ

ویدک دھرم کی اصل تعلیم یہ تھی کہ کائنات کا خالق و نگراں ایک ہی ایشور ہے، جس کی مختلف صفات اور طاقتوں کو سمجھانے کے لیے 33 نام یا دیوتا بیان کیے گئے۔ یہ 33 دیوتا دراصل فطری قوتوں اور الٰہی صفات کی تمثیلی علامتیں تھیں جیسے روشنی (اگنی)، ہوا (وایو)، عدل (یم)، طاقت (اندرا)، علم (برہسپتی) وغیرہ۔ اسی لیے ویدک نصوص نے ہمیشہ واضح کیا کہ ''سچائی ایک ہے، مگر دانا اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں''۔ یعنی یہ تمام نام ایک ہی

خدا کے گُنوں کی وضاحت کے لیے تھے، نہ کہ الگ الگ خداؤں کے وجود کا اعلان۔

بعد کے صدیوں میں جب ویدک زبان سے عوام کا تعلق کمزور ہوا، تو اصل لفظ ''تریاسترِ مشَت''(33) کو غلط فہمی سے''33 کروڑ'' سمجھ لیا گیا۔اس کے نتیجے میں صفاتی نام الگ الگ دیوتا تصور ہونے لگے، ان کی مورتیاں بنیں، اور پُرانک دور میں مورتی پوجا عام ہوگئی۔

اس طرح ابتدا میں جو محض علامتی صفات تھیں، وہ عوامی مذہب میں کثرتِ دیوتا (Polytheism) کی شکل اختیار کر گئیں، حالانکہ ویدک فلسفہ ایک ہی ایشور کی وحدت اور اس کی بے شمار صفات کو مانتا تھا۔اس طرح توحیدِ صفاتی رفتہ رفتہ عوامی عقیدے میں کئی دیوتاؤں کے تصور میں بدل گئی، جو اصل ویدک تعلیم سے انحراف تھا۔

ہندو مذہب میں عبادت (उपासना) کی دو قسمیں

ہندو شاستروں میں ''اُپاسنا'' کا مطلب ہے: ''پرمیشور (خدا) کی طرف اپنے من کو لگانا، دھیان اور سمرن کے ذریعے اس کی قربت حاصل کرنا''۔

لفظی مطلب: ''उप''=قریب، ''आसन''=بیٹھنا یعنی ''خدا کے قریب ہونا''۔

(۱) نرَاکاراُپاسنا (निराकार उपासना) یعنی (خدا کی بے شکل، غیر جسمانی عبادت)

نراکار اُپاسنا وہ عبادت ہے جس میں خدا کو نروپ (بے شکل)، اجنم (بے آغاز) اور سرو ویاپک (ہمہ گیر) مانا جاتا ہے۔یعنی خدا کی کوئی جسمانی صورت نہیں، وہ ہر جگہ موجود ہے اور صرف دھیان (توجہ) اور گیان (علم) سے پہچانا جاسکتا ہے۔

(۲) ساکاراُپاسنا (साकार उपासना) یعنی

(خدا کی شکل وصورت یا مظاہرِ قدرت کے ذریعے عبادت)

ساکار اُپاسنا میں انسان خدا کو کسی دیکھنے والی شکل یا مورتی (بت) کو پوجتا ہے مثلاً سورج، چاند، گائے، درخت، ندی، یا دیوی دیوتا۔

خلاصہ یہ کہ ویدک دور میں نرا کار اُپاسنا یعنی ایک بے شکل، واحد ایشور کی عبادت ہوتی تھی۔ وید (خاص طور پر یجر وید 3.32 اور اتھر وو وید 7.8.10) اس بات کو صاف کہتے ہیں کہ خدا کی کوئی صورت یا مورتی نہیں۔ لیکن بعد کے زمانوں میں ساکار اُپاسنا (مورتی پوجا، دیوی دیوتاؤں کی پوجا) عام ہوگئی جو ویدک تعلیمات سے ہٹ کر بعد کے پُرانک عقائد کا نتیجہ ہے۔

(ا) نِرَاکار اُپاسنا (निराकार उपासना)

न तस्य प्रतिमा अस्ति, यस्य नाम महद्यशः।

ترجمہ: ''اس (ایشور) کی کوئی شبیہ یا مورتی نہیں، اس کا نام ہی عظیم اور بابرکت ہے''۔

(یجر وید، ادھیائے 32، منتر 3)

تشریح: یہ منتر بتاتا ہے کہ خدا کو کسی صورت یا بت میں ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لامحدود، بے جسم، اور صرف دھیان (Meditation) سے جانا جا سکتا ہے۔

قدرتی چیزوں (اَسَنبھوتی) یا مورتیوں (سمبھوتی) کی پوجا

अन्धं तमः प्रविशन्ति येऽसम्भूतिं उपासते।

ततो भूय इव ते तमो य उ सम्भूत्या रताः॥

ترجمہ: ''اندھکار میں داخل ہوتے ہیں وہ لوگ جو غیر حقیقی چیزوں (قدرتی عناصر جیسے آگ، پانی، مٹی وغیرہ) کی پوجا کرتے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ اندھکار میں پڑتے ہیں وہ جو خدا کی بنائی ہوئی چیزوں (بتوں، مورتوں) کی پوجا کرتے ہیں''۔

(یجر وید، ادھیائے 40، منتر 9)

تشریح: یہ منتر مورتی پوجا (بت پرستی) اور قدرتی عناصر کی عبادت دونوں کی سخت مذمت کرتا ہے۔ یہی ویدک تعلیم بعد میں بھگوت گیتا میں "ایشور کی ایکتا" کے طور پر ظاہر ہوئی۔

خدا ایک ہی ہے، دوسرا نہیں

एकं ब्रह्म द्वितीयं नास्ति, नेह नानास्ति किंचन।

ترجمہ: ''برہمن (خدا) ایک ہی ہے، دوسرا کوئی نہیں، نہ ہی ذرہ برابر کسی اور کا وجود ہے''۔
(شوتاشوتر اُپنشد، ادھیائے 6، منتر 9)

تشریح: یہ ''برہماسوتر'' (ब्रह्म सूत्र) کا مرکزی منتر ہے جسے ایک اور بے ثانی خدا کہا گیا۔ یہی منتر توحید (Monotheism) کا خالص ویدک اظہار ہے۔

एको देवः सर्वभूतेषु गूढः।

ترجمہ: ''ایک ہی خدا ہے، جو تمام مخلوقات میں پوشیدہ ہے''۔ (اتھروید، 10.8.7)

एकं सत् विप्रा बहुधा वदन्ति।

ترجمہ: ''سچ ایک ہے، مگر دانشورا سے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں''۔ (رگ وید، 6.45.16)

نتیجہ: ویدک دور میں صرف نرا کار اُپاسنا (بے شکل خدا کی عبادت) کی جاتی تھی۔ یجر وید (9.40،8.40،3.32) اور شوتاشوتر اُپنشد (9.6) میں صاف تصریح ہے کہ خدا کا کوئی جسم، مورتی یا شبیہ نہیں۔ بعد کے زمانے میں جب ''ساکار اُپاسنا'' (مورتی پوجا) رائج ہوئی تو اس نے اصل ویدک روح توحید و نرا کار ایشور کو کمزور کر دیا۔

مورتی پوجا کی ممانعت

न देवा मृच्छला मयाः।

ترجمہ: ''مٹی، پتھر یا دھات سے بنی مورتیاں دیو (خدا) نہیں ہیں''۔
(شریمد بھاگوت پران، دسواں اسکندھ، ادھیائے 84، شلوک 99)

تشریح: یہ شلوک بھاگوت پران میں سوامی کرشن اور راجا نبھگ کے مکالمے کے دوران آتا ہے۔ یہاں صاف کہا گیا کہ جو لوگ مٹی یا دھات کی بنی مورتیوں کو دیوتا مان کر پوجتے ہیں، وہ بھول یا مایا (غلط فہم) میں ہیں۔

مورتی پوجا کرنے والوں پر تنقید

بعض شلوک ایسے واضح ہیں جن میں مورتی پوجا کی ممانعت کی گئی ہے جیسے:

यः स्वदेहम तृणं मन्येन्न गदाम्।

स गवां च्छन्नं तृणं भक्षयन् गधः।

ترجمہ: ''جو شخص مٹی، لکڑی یا پتھر کی مورت کو خدا سمجھتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے کوئی گدھا بیلوں کے چارے کو کھا جائے''۔ (شریمد بھاگوت پران، دسواں اسکندھ، ادھیائے 84، شلوک 13)

تشریح: یہ تمثیل بتاتی ہے کہ مورتی پوجا کرنے والا نادان اور بھولے انسان کی مانند ہے جو حقیقت کو پہچان نہیں پاتا۔ خدا کی پوجا مادی شے میں نہیں، بلکہ روحانی شعور میں کی جانی چاہیے۔

اس خدا کی کوئی مورتی نہیں

न तस्य प्रतिमा अस्ति, यस्य नाम महद्यशः।

ترجمہ: ''اس (خدا) کی کوئی شبیہ، مورت یا تصویر نہیں، اس کا نام ہی عظمت والا ہے''۔
(یجروید 3.32)

تشریح: یہ سب سے واضح ویدک دلیل ہے کہ ویدوں میں بت یا مورتی کی عبادت کا کوئی جواز نہیں۔

اُپنشدوں کے مطابق

अपाणिपादो जवनो ग्रहीता पश्यत्यचक्षुः स शृणोत्यकर्णः।

ترجمہ: ''وہ (ایشور) بغیر ہاتھ پاؤں کے کام کرتا ہے، بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے، بغیر کانوں کے سنتا ہے''۔ (شوتاشوتر اُپنشد 3.19)

تشریح: یہ نراکار خدا کی مکمل تصویر ہے جو کسی جسم یا اعضاء سے ماوراء ہے، لیکن سب کچھ کرنے والا ہے۔

خلاصہ: ویدک دور میں خدا کو نراکار، ایک اور بے جسم مانا گیا اس کی کوئی مورتی یا تصویر نہیں۔ پرانک دور (وشنو، بھاگوت، شیو پران) میں چند لوگوں نے مادی شکلوں کی

پوجا شروع کی، مگر خود انہی پرانوں نے مورتی پوجا کی مذمت کی۔ یعنی وید اور پرانک صحیفے یک زبان ہیں کہ خدا نراکار اور ایک ہی ہے۔ مٹی، پتھر یا دھات کی مورتیاں خدا نہیں ان کی پوجا اندھکار اور جہالت ہے۔ یہی تعلیم ہندو دھرم کی اصل ویدک روح، یعنی نراکار اُپاسنا (عبادتِ واحدِ برہمن) کا جوہر ہے۔

خدا کے ایک ہونے کا تصور

ہندو مذہب میں خدا کا تصور نہایت وسیع، گہرا اور کثیر الجہتی ہے۔ بنیادی طور پر ہندو فلسفہ یہ مانتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے ابدی، لامحدود، سب کچھ جاننے والا، ہر جگہ موجود اور تمام مخلوقات کا سرچشمہ۔ ویدوں میں اسے برہمن (ब्रह्मन्) کہا گیا ہے جو نہ مرد ہے نہ عورت، نہ شکل رکھتا ہے نہ رنگ؛ وہ محض ایک ماورائی حقیقت (Ultimate Reality) ہے جس سے کائنات کی ہر شے وجود میں آئی۔ اپنشدوں میں یہی خیال اور زیادہ واضح ہوتا ہے کہ برہمن ہر چیز میں رچا بسا ہے، وہی انسان کے اندر بطور آتما (आत्मा) جلوہ گر ہے، اور جب انسان اپنے اندر کی آتما کو برہمن کے ساتھ ایک مان لیتا ہے تو وہ موکش (मोक्ष) یعنی نجات حاصل کر لیتا ہے۔

تاہم عوامی اور بھگتی روایت میں خدا کو صرف ایک ماورائی قوت نہیں بلکہ ایک ذاتی، قابلِ محبت ہستی کے طور پر مانا گیا ہے۔ اسی لیے ہندومت میں کئی دیوتا اور دیویاں پوجے جاتے ہیں جیسے برہما (خالق)، وشنو (محافظ)، شیو (ناشر و ناسخ)، لکشمی، پاروتی اور سرسوتی۔ یہ سب دراصل ایک ہی برہمن کے مختلف مظاہر (Manifestations) ہیں، تاکہ انسان اپنی طبیعت و رجحان کے مطابق خدا کو سمجھے اور اس کی عبادت کرے۔ یوں ہندو عقیدہ نہ سراسر کثرت پرست ہے، نہ خالص وحدت پرست، بلکہ اسے ''وحدت میں کثرت'' (एक में अनेकता) کا دین سمجھا جاتا ہے جہاں خدا ہر جگہ ہے، ہر دل میں ہے، اور ہر راستہ آخرکار اُسی ایک سچائی تک پہنچتا ہے۔

(۲) ساکار اُپاسنا (साकार उपासना)

ہندو دھرم میں خدا کے مختلف تصورات کی بنیادی صورتیں بیان کی ہیں جو وید، اُپنشد، گیتا، اور پُرانوں میں واضح طور پر مذکور ہیں۔ ذیل میں ہر تصور کی مختصر تشریح ہندی اصطلاح، درج ذیل ہیں:

ہندو دھرم میں کچھ لوگ خدا کو ساکار (रूपवान) یعنی شکل وصورت والا مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک برہمن یا ایشور مورتی کے روپ میں انسان کے نزدیک آ سکتا ہے تاکہ بھکتی اور دھیان میں آسانی ہو۔ انہیں ساکار بھگوان وِشنو، شِو، دیوی، گنیش وغیرہ کے روپ میں پوجتے ہیں۔

क्लेशोऽधिकतरस्तेषामव्यक्तासक्तचेतसाम्।

अव्यक्ता हि गतिर्दुःखं देहवद्भिरवाप्यते॥

ترجمہ: ''یعنی جو لوگ نرکار خدا کی بجائے ساکار روپ میں اُپاسنا کرتے ہیں، وہ بھکتی کے لیے آسان مارگ پاتے ہیں''۔ (بھگوت گیتا، ادھیائے 12، شلوک 5-6)

انشواد (अंशवाद) یعنی خدا کا ایک حصہ سب میں موجود ہونا

اس نظریہ کے مطابق ब्रह्मन् اکھنڈ (ناقابل تقسیم)، اننت (لامحدود) اور ویاپک (ہر جگہ موجود) ہے، اور ساری سृष्टि اسی کے انش (حصے) سے بنی ہے۔ یعنی ہر جیو، ہر شے میں ایشور کا کوئی نہ کوئی انش موجود رہا ہے۔

ममैवांशो जीवलोके जीवभूतः सनातनः।

ترجمہ: ''یعنی یہ جیواتما میرا ہی انش ہے، جو سناتن اور ابدی ہے''۔
(بھگوت گیتا، ادھیائے 15، شلوک 7)

اوتارواد (अवतारवाद) یعنی خدا کا کسی روپ میں جنم لینا

لفظ ''اَوَتار'' (अवतार) سنسکرت کے دو الفاظ سے بنا ہے ''अव'' (اوپر سے

نیچے) + ''तृ'' (اترنا) یعنی خدا (بھگوان) کا کسی مخصوص مقصد کے لیے زمین پر اترنا۔ یہ نظریہ کہتا ہے کہ پرماتما (خدا) جب دھرم (نیکی) کمزور پڑ جائے اور ادھرم (بدی) بڑھ جائے، تو دنیا میں کسی روپ (شکل) میں جنم لیتا ہے تاکہ نیکی کی حفاظت اور بدی کا ناش کرے۔

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्॥
परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम्।
धर्मसंस्थापनार्थाय सम्भवामि युगे युगे॥

ترجمہ: ''جب جب دھرم (نیکی) میں کمی اور ادھرم (بدی) کا غلبہ ہوتا ہے، اے ارجن! تب تب میں خود کو دھرتی پر ظاہر کرتا ہوں نیک لوگوں کے رَکھشا (بچاؤ) اور بدکاروں کے ناش کے لیے، اور دھرم کی پھر سے استھاپنا کے لیے، میں ہر یوگ میں جنم لیتا ہوں''۔

(بھگوت گیتا (भागवत गीता) باب 4، شلوک 87)

یہ عقیدہ خاص طور پر وشنو پرمپرا میں پایا جاتا ہے۔ وشنو کو ایسا ایشور مانا گیا ہے جو جب بھی دھرم کمزور ہوتا ہے اور اَدھرم بڑھتا ہے، تو وہ خود کسی روپ میں جنم لے کر دنیا میں آتا ہے جیسے: राम, कृष्ण, नरसिंह, वामन وغیرہ۔

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्॥
परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम्।
धर्मसंस्थापनार्थाय सम्भवामि युगे युगे॥

ترجمہ: ''یعنی جب جب دھرم کا پتن اور اَدھرم کا اُتھان ہوتا ہے، میں ہر یگ میں جنم لیتا ہوں''۔ (بھگوت گیتا، ادھیائے 4، شلوک 7-8)

अजोऽपि सन्नव्ययात्मा भूतानामीश्वरोऽपि सन्।
प्रकृतिं स्वामधिष्ठाय संभवाम्यात्ममायया॥

ترجمہ: ''اگرچہ میں اَجنما (پیدا نہ ہونے والا) اور اَننت ہوں، پھر بھی میں اپنی مایا کے

ذریعہ، لوگوں (دنیا) کی بھلائی کے لیے جنم لیتا ہوں''۔ (وشنو پران 1.22.52)

अवतारा ह्यसङ्ख्येयाः हरेः सत्त्वनिधेर्द्विजाः।

ترجمہ: ''اے برہمنو! ہرے (وشنو) کے اوتار اننت ہیں ان کی گنتی نہیں کی جاسکتی''۔
(شریمد بھاگوت پران 1.3.24)

ہندو دھرم میں توحید (Oneness of God) جیسا تصور بنیادی، قدیم اور ویدک تعلیمات کی اصل روح ہے۔ ویدوں میں خدا کو 'ایکم ست' کہا گیا ہے، یعنی ''سچائی ایک ہی ہے''، اگرچہ لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ ویدک رشی خدا کو لاشکل، بے رنگ، ابدی، ازلی اور واحد طاقت مانتے ہیں جو کائنات کی تخلیق، پرورش اور نظام کی اصل بنیاد ہے۔

رِگ وید کے مطابق خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، مگر کسی شکل میں محدود نہیں وہ نہ پیدا ہوتا ہے، نہ فنا ہوتا ہے، نہ تقسیم ہوتا ہے۔ اُپنشدوں میں اسی وحدت کو ''برہمن'' کہا گیا ہے، جو ہر شے میں موجود وہی ایک حقیقتِ مطلق ہے: ''सर्वं खल्विदं ब्रह्म'' یعنی ''جو کچھ ہے، وہ سب برہمن ہی ہے''۔ سناتن دھرم کی اصل فلسفیانہ بنیاد یہ ہے کہ ساری کائنات ایک ہی حقیقت کا ظہور ہے، اور انسان کی روح (آتما) اسی واحد حقیقت کی چنگاری ہے۔ بعد کے زمانوں میں صفاتی نام جیسے وشنو، شیو، اگنی، اندر جیسے الفاظ اسی ایک خدا کی طاقتوں، صفات یا مظاہر کے تمثیلی نام تھے، مگر عوامی دور میں یہی صفات الگ دیوتا سمجھی جانے لگیں۔ اس کے باوجود اپنشد، ویدانت، گیان یوگ اور بھگوت گیتا مسلسل اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خدا ایک، بے مثل، سب کا خالق اور تمام دیوی دیوتاؤں کا سرچشمہ ہے، اور سچا گیان اسی وحدت کے ادراک سے حاصل ہوتا ہے۔ یوں ہندو دھرم کی اصل اور عمیق ترین تعلیم توحیدِ مطلق ہی ہے جیسے:

ا۔ وہ ایک ہی ہے، اسی کی حمد کرو:

एष एक एव स्तुत्यः।

ترجمہ: وہ ایک ہی ہے، اسی کی تعریف وحمد کرو۔ (رِگ وید منڈل 6، سوکت 45، منتر 16)

۲۔وہی زمین وآسمان کو تھامنے والا ہے:

हिरण्यगर्भः समवर्तताग्रे
भूतस्य जातः पतिरेक आसीत्।
स दाधार पृथिवीं द्यामुतेमां
कस्मै देवाय हविषा विधेम॥

ترجمہ: ابتدا میں سنہری جنم والا (خالق) ظاہر ہوا؛ وہ تمام مخلوقات کا اکیلا مالک تھا۔اسی نے زمین اور آسمان کو سنبھالا ہے۔ہم کس دیوتا کو قربانی (عبادت) پیش کریں؟۔
(رگ وید منڈل 10، سوکت 121، منتر 1)

۳۔تمام ستارے اور چاند اسی کے قبضے میں ہیں:

तस्याम् सर्वाणि नक्षत्राणि
वशे चन्द्रमसः सह।

ترجمہ: چاند سمیت تمام ستارے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔
(اتھر وید کانڈ 13، سوکت 4، منتر 29)

۴۔ایک ہی ایشور عبادت کے لائق ہے:

एको एव नमस्यो विश्वविदः।

ترجمہ: ایک ہی خدا عبادت کے لائق ہے اور وہی سب کا جاننے والا ہے۔
(اتھر وید کانڈ 2، سوکت 2، منتر 1)

۵۔خدا نہ لکڑی میں ہے، نہ پتھر میں، نہ مٹی کی مورتی میں:

न काष्ठे वदते देवो
न पाषाणे न मृन्मये।
भावे हि वदते देवः
तस्माद् भावो हि कारणम्॥

ترجمہ: خدا نہ لکڑی میں ہے، نہ پتھر میں اور نہ ہی مٹی کی بنی مورتی میں۔خدا تو احساس میں موجود ہے؛ جہاں دل میں احساس کرو، وہیں پرمیشور کو پاؤ گے۔(گرڑ پران دھرم کانڈ، ادھیائے 37، شلوک 13)

ईको देवानां जगतः पिता……

ترجمہ: وہ ایک ہی ہے تمام جہانوں کا باپ (خالق)۔ (رگ وید 6.45.16)

सः परियागात् शुक्रः अकायः अव्रणः

ترجمہ: وہ پاک ہے، جسم سے پاک ہے، بے عیب ہے، کوئی زخم یا جسمانی کمی اس میں نہیں، اور سب کا مالک ہے۔ (یجر وید 40.8)

एक एवाग्रे नान्यद्वस्तु किञ्चन।

ترجمہ: ابتدا میں صرف ایک ہی تھا، اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ (اتھر وید 13.4.16)

एको असौ महतो महीयान्

ترجمہ: وہ ایک ہی ہے، اور تمام عظمتوں سے بڑھ کر عظیم۔ (اتھر وید 10.8.1)

سام وید کے مطابق (एक ईश्वरवाद)

एको देवो न मर्त्याय तस्थे।

ترجمہ: ایک ہی دیو (خالق) ہے جو فنا ہونے والوں (مخلوق) کے لئے قائم ہے (سنبھالتا ہے)۔ (سام وید منتر 263)

اوپنشد کے مطابق (एक ईश्वरवाद)

न तस्य कश्चित् जन्म न कारणम् न च तत्समः।

ترجمہ: اس کا کوئی جنم نہیں، نہ کوئی اس کا سبب ہے، اور نہ کوئی اس جیسا (برابر) ہے۔ (شوتاشوتر اُپنشد 6.9)

प्रपञ्चोपशमम् शान्तम् शिवम् अद्वैतम्।

ترجمہ: وہ (آتما) کثرت کو مٹا دینے والا، سراسر سکون والا، سراسر پاک اور بالکل غیر ثنوی (صرف ایک ہی حقیقت) ہے۔ (مندوکیہ اُپنشد منتر 7)

एकमेवाद्वितीयम्

ترجمہ: وہ ایک ہی ہے اور دوسرا کوئی نہیں۔ (چھاندوگیہ اُپنشد 6.2.1)

بھگوت گیتا کے مطابق (एक ईश्वरवाद)

मत्तः परतरं नान्यत्किञ्चिदस्ति धनञ्जय।

ترجمہ: اے دھننجے! مجھ (خدا) سے بڑھ کر کوئی دوسری ہستی نہیں ہے۔ میری ہی مٹھی میں یہ سارا عالم پرویا ہوا ہے۔ (بھگوت گیتا7.7)

अहमात्मा गुडाकेश सर्वभूताशयस्थितः।

ترجمہ: اے اَرجُن! میں ہر جاندار کے دل میں موجود 'آتما' ہوں ساری مخلوق کا اصل سرچشمہ بھی میں ہی ہوں۔ (بھگوت گیتا10.20)

पिताहमस्य जगतो माता धाता पितामहः।

ترجمہ: میں ہی اس جہان کا باپ، ماں، سہارا اور شروع کرنے والا ہوں۔ (بھگوت گیتا 9.17)۔۔۔۔۔(یعنی کائنات کی ساری اصل ایک ہی ذات ہے)

योगक्षेमं वहाम्यहम्।

ترجمہ: جو لوگ میری ہی عبادت میں لگے رہتے ہیں...... میں خود اُن کی ضروریات پوری کرتا ہوں اور ان کی حفاظت بھی کرتا ہوں۔ (بھگوت گیتا 9.22)

ईश्वरः सर्वभूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति।

ترجمہ: اے ارجن! وہ ایک ہی 'ایشور' تمام مخلوقات کے دلوں میں موجود ہے اور پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ (بھگوت گیتا 18.61)

بھگوت گیتا میں کثرتِ دیوتا پرستی کی تردید

कामैस्तैस्तैर्हृतज्ञानाः प्रपद्यन्तेऽन्यदेवताः।

ترجمہ: خواہشوں کے غلام، جن کی عقل ڈھک جاتی ہے، وہی لوگ دوسرے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ (بھگوت گیتا7.20)

यो यो यां यां तनुं भक्तः श्रद्धयार्चितुमिच्छति,

तस्य तस्याचलां श्रद्धां तामेव विदधाम्यहम्।

ترجمہ: جو بھکت جس جس دیوتا کی عقیدت وعبادت کرنا چاہتا ہے، میں ہی اس کے دل میں اسی دیوتا کے لیے مضبوط عقیدہ پیدا کر دیتا ہوں۔ (بھگوت گیتا 7.21)

अन्तवत्तु फलं तेषां तद्भवत्यल्पमेधसाम् देवान्देवयजो यान्ति

मद्भक्ता यान्ति मामपि।

ترجمہ: دیوتاؤں کے پجاریوں کا پھل ختم ہونے والا اور معمولی ہوتا ہے؛ دیوتاؤں کے پجاری دیوتاؤں تک پہنچتے ہیں، لیکن میرے بندے براہِ راست مجھ تک پہنچتے ہیں۔ (بھگوت گیتا 7.23)

येऽप्यन्यदेवताभक्ता यजन्ते श्रद्धयान्विताः,
तेऽपि मामेव यजन्ति अविदिपूर्वकम्।

ترجمہ: جو لوگ عقیدت کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی حقیقت میں مجھی کی پوجا کرتے ہیں، مگر غلط طریقے سے (علم کے بغیر)۔ (بھگوت گیتا 9.23)

خلاصہ

ہندو دھرم میں خدا کا تصور نہایت گہرا، ہمہ گیر اور کثیر الجہتی ہے۔ بنیادی ویدانت کے مطابق خدا ایک ہی ہے وہی برہمن (ब्रह्मन्) اکھنڈ (نا قابلِ تقسیم)، اَنت (لامحدود) اور وِیَا پک (ہر جگہ موجود) ہے۔ تاہم، اس ایک حقیقت کو سمجھنے اور اُس کی اُپاسنا کرنے کے کئی راستے ہیں۔ کچھ لوگ خدا کو ساکار روپ میں مان کر اس کی مورتی پوجتے ہیں، کچھ اُس کی کئی دیوی دیوتا کی شکلوں میں بھکتی کرتے ہیں، کچھ اُسے اوتار کی صورت میں دھرتی پر آتا مانتے ہیں، اور کچھ ہر جیو میں خدا کے اَنش (حصے) کو دیکھتے ہیں۔

اس طرح ہندو فلسفہ خدا کو ایک ہی مانتا ہے، مگر اُس کی پہچان کے مختلف شکلوں کو تسلیم کرتا ہے۔ یہی خیال एक में अनेकता یعنی وحدت میں کثرت ہندو مذہب کے تصورِ خدا کی بنیاد ہے، جس کے مطابق ساری کائنات اُس ایک ستیہ (سچائی) کا پرکاش ہے، اور ہر

روپ، ہر مارگ، آخر کار اُسی ایک پرم ایشور تک پہنچا تا ہے۔

اسلامی عقیدہ

اس کے برعکس، اسلامی عقیدۂ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات کے ساتھ ایک ہے، یکتا ہے، لاشریک ہے۔ وہی خالق، مالک، رازق اور معبودِ حقیقی ہے۔ اس کی ذات ہر عیب، کمی اور مثال سے پاک ہے، نہ اس کی کوئی صورت یعنی مورتی ہے، نہ وہ کسی مخلوق میں حلول کرتا ہے، نہ کسی مخلوق کی شکل اختیار کرتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ**۔ (سورۃ اخلاص) یعنی ''اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''۔

اسلام میں خدا کو واحد و یکتا مانا جاتا ہے اور ہر قسم کے شرک، تجسیم اور اوتار کے عقیدے کی تردید کی جاتی ہے۔ اس طرح اسلام کا تصورِ خدا کلی طور پر وحدانیت اور خالص توحید پر قائم ہے، جس میں اللہ نہ مخلوق میں شامل ہے، نہ مخلوق اس میں وہ اپنی ذات اور صفات میں منفرد اور مطلق ہے۔

❀❀❀

حصہ چہارم

ویدوں میں ایکیشور واد

(یعنی توحید جیسا) کا تصور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ویدوں میں ایکیشو رواد کا تصور

ویدک تعلیمات میں ایک اعلیٰ اور برتر ہستی کے تصور کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ رِگ وید، یجُر وید اور سام وید میں متعدد ایسے منتر موجود ہیں جو خدا کی وحدانیت، عظمت اور یکتائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسے:

رگ وید میں ایکیشو رواد

(یعنی ایک اللہ کو ماننے سے متعلق چند شلوک)

येन द्यौरूग्रा पृथिवी च दृलहा येन स्वः स्तभितं येन नाकः।

यो अन्तरिक्षे रजसो विमानः कस्मै देवाय हविषा विधेम।।

(मण्डल 10: सूक्त 121: मन्त्र 5)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड, पृष्ठ संख्या 1822 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान,ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "इस पृथ्वी और ऊँचे आकाश को जिन्होंने अपनी महिमा से दृढ़ किया है और जिन्होंने अन्तरिक्ष में जल की रचना की है और एक जिन्होंने सूर्य निकलते मंडल में स्थापना की है, उस प्रजापति आदि के अनेक नाम हैं।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: جس نے اس زمین اور بلند آسمان کو اپنی عظمت کے ذریعے مضبوطی سے قائم کیا، جس نے فضا میں پانی کو پیدا کیا، اور جس نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کے دائرے میں اس کی جگہ مقرر کی، وہی پرجاپتی

وغیرہ کئی ناموں سے موسوم ہے۔(منڈل10:سوکت121:منتر5)

وضاحت : یہ عبارت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ زمین، آسمان، فضا میں پانی کا نظام اور سورج کی مقررہ گردش سب ایک بااختیار اور حکیم خالق کی قدرت و تدبیر سے قائم ہیں۔ کائنات کا یہ منظم اور ہم آہنگ نظام اس بات کی دلیل ہے کہ یہ محض اتفاق نہیں بلکہ ایک واحد ہستی کی تخلیق اور نگہداشت کا نتیجہ ہے، جسے ویدک روایت میں ''پرجاپتی'' وغیرہ نام صفاتی تعبیرات ہیں جو افعالِ تخلیق و تدبیر کے اعتبار سے استعمال ہوئے ہیں؛ اس سے ذات کی کثرت نہیں بلکہ صفات کے تنوع کا اظہار ہوتا ہے، اور اس طرح منتر میں ایک واضح توحیدی رجحان نمایاں ہوتا ہے۔

य एक इत् तमु ष्टुहि कृष्टीनां विचर्षणिः। पतिर्जज्ञे वृषक्रतुः॥

(मण्डल 6: सूक्त 45: मन्त्र 16)

(ऋग्वेद द्वितीय खण्ड पृष्ठ संख्या 914, सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवादः.....और जो सब के देखने वाले हैं, उनका स्तवन करो।

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: جو ہر ایک پر نظر رکھنے والا ہے، اس کی ہی عبادت کرو۔

(رگ وید، منڈل 6، سوکت45، منتر16)

وضاحت : اس عبارت میں انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ کائنات میں ایک ایسی اعلیٰ ہستی موجود ہے جو ہر چیز کو دیکھنے والی اور ہر حال سے باخبر ہے۔ چونکہ اس کی نگاہ سے کوئی عمل، نیت یا حرکت پوشیدہ نہیں، اس لیے اصل مستحقِ عبادت بھی وہی ہے۔ ''ستون/ستونہ (स्तवन)'' کا حکم اس بات کی علامت ہے کہ انسان کو اپنی توجہ، عقیدت اور اطاعت اسی واحد ہستی کے لیے مخصوص رکھنی چاہیے، نہ کہ مخلوق یا ظاہری طاقتوں کے لیے۔

मा चिदन्यद् विशंसत सखायो मा रिशण्यत......

(मण्डल 8: सूक्त 1: मन्त्र 1)

(ऋग्वेद तृतीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 1112 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "हे मित्रो! उस के सिवा अन्य की स्तुति न करो अन्यथा दण्डनीय होओगे।"

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، ورنہ عذاب کے مستحق ہوگے۔ (رگ وید، منڈل 8، سوکت 1، منتر 1)

وضاحت: اس عبارت میں عبادت اور اطاعت کے باب میں خالص یکسوئی (اخلاص) پر زور دیا گیا ہے۔ ''اس کے سوا کسی کی ستوتی نہ کرو'' کا مفہوم یہ ہے کہ حقیقی عبادت، حمد وثنا اور بندگی صرف اسی اعلیٰ وواحد ہستی کے لیے مخصوص ہونی چاہیے جو کائنات کی خالق ونگہبان ہے۔ کسی اور کو اس مقام پر رکھنا فکری و اخلاقی انحراف سمجھا گیا ہے۔ ''ورنہ دندنیہ/عذاب کے مستحق ہوگے'' کا جملہ اس حقیقت کی تنبیہ ہے کہ حق سے روگردانی کے نتائج ہوتے ہیں؛ یعنی عبادت میں شرک یا انحراف انسان کو جواب دہی اور مواخذے کی طرف لے جاتا ہے۔ اس طرح یہ بیان انسان کو عقیدے کی درستگی، ذمہ داری کے احساس اور خالص ربوبیت کے تصور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

एकं सद् विप्र बहुधा वदन्तयग्नि यंम मातरिश्वानमाहुः।

(मण्डल 1: सूक्त 164: मन्त्र 46)

(ऋग्वेद प्रथम खण्ड पृष्ठ संख्या 320 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "मेधावी जन एक ब्रह्मा का अनेक रूप में वर्णन करते हैं।"

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: سچائی ایک ہی ہے جسے علماء نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

(رگ وید، منڈل 1، سوکت 164، منتر 46)

وضاحت: اس قول میں حقیقتِ واحدہ کے تصور کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا

ہے۔اس کے مطابق اصل سچائی ایک ہی ہے، مگر اہلِ علم اور صاحبِ فہم لوگ اسے مختلف زاویوں، اصطلاحات اور تعبیرات میں بیان کرتے ہیں۔ اختلافِ بیان حقیقت میں اختلافِ ذات نہیں بلکہ فہم اور اسلوب کا فرق ہے؛ یعنی حقیقت اپنی جگہ ایک ہی رہتی ہے، البتہ انسان اسے اپنے علم، زبان اور فکری پس منظر کے مطابق مختلف صورتوں میں سمجھتا اور واضح کرتا ہے۔اس تشریح سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ ناموں اور تعبیرات کا تنوع وحدتِ حقیقت کے منافی نہیں، بلکہ اس کی وسعت اور گہرائی کو ظاہر کرتا ہے، اور انسان کو فکری رواداری اور حقیقت شناسی کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔

यः प्राणतो निमिषतो महित्वैक इन्द्राजा जगतो बभूव।

य ईशे अस्य द्विपदश्चतुष्पदः कस्मै देवाय हविषा विधेम।।

(मण्डल 10ः सूक्त 121ः मन्त्र 3)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1821 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "वह अपनी महिमा से ही चलते और देखने वाले प्राणियों के अद्वितीय स्वामी हैं और जो इन मनुष्यों और पशुओं के भी ईश्वर हैं उनके अनेक नाम हैं।"

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان وشوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے وہی تمام انسانوں اور جانوروں کا رب ہے۔اس کے مختلف نام ہیں۔(رگ وید، منڈل 10، سوکت 121، منتر 3)

وضاحت: اس عبارت میں خالقِ کائنات کی ہمہ گیر حاکمیت اور ربوبیت کو واضح کیا گیا ہے۔اس کے مطابق وہ اپنی ہی عظمت وقدرت سے تمام زندہ اور غیر زندہ مخلوقات پر واحد اختیار رکھتا ہے، دیکھنے اور حرکت کرنے والے تمام جاندار اسی کے نظام کے تحت زندگی پاتے ہیں، اور انسان وحیوان سب اسی کے رب ہیں۔مختلف ناموں کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ناموں کی کثرت ذات کی کثرت نہیں بلکہ صفات کے تنوع کو ظاہر کرتی

ہے؛ یعنی ایک ہی اعلیٰ ہستی اپنی مختلف صفات اور افعال کی بنا پر مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے۔ یوں یہ بیان ایک مرکزی اور واحد اقتدارِ الٰہی کے تصور کو مضبوط کرتا ہے۔

यं क्रन्दसी अवसा तस्तभाने अभ्यैक्षेतां मनसा रेजमाने।
यत्राधि सूर उदितो विभाति कस्मै देवाय हविषा विधेम।।

(मण्डल 10: सूक्त 121: मन्त्र 6)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1822 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "शब्दायमान पृथ्वी और आकाश जिनके द्वारा परिपूर्ण हुए आकाश, पृथ्वी ने जिन्हे महिमामय किया, उन के आदि नाम वाले प्रजापति के आश्रित हुए नित्य उदित और प्रकाशित होते हैं।" **(अनु0–पं0 श्रीराम शर्मा आचार्य)**

ترجمہ: ''جن کے ذریعے زمین اور آسمان کامل ہوئے، اور جنہیں زمین و آسمان نے عظمت و شان عطا کی، وہ 'ک' وغیرہ ناموں والے پرجاپتی کے زیرِ سہارا ہمیشہ ظاہر ہوتے اور روشن رہتے ہیں''۔

(رگ وید، منڈل10، سوکت121، منتر6)

وضاحت: اس عبارت میں کائنات کے بنیادی عناصر، یعنی زمین اور آسمان، کے نظم و کمال کو ایک اعلیٰ خالق کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ واضح کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی تکمیل، ان کی عظمت اور ان کا روشن و قائم رہنا کسی خودکار یا اتفاقی عمل کا نتیجہ نہیں، بلکہ وہ ایک بااختیار ہستی کے سہارے ہیں جسے ویدک روایت میں اس کی صفات کے اعتبار سے "پرجاپتی" اور "ک" وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس تشریح سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ کائنات کی بقا اور اس کا تسلسل ایک واحد علت پر قائم ہے، اور تمام مظاہر اسی اعلیٰ ربوبی طاقت کے تابع اور اسی کے فیض سے ظاہر و روشن ہیں۔

प्रजापते न त्वदेतान्यन्यो विश्वा जातानि परि ता बभूव।
यत् कामास्ते जुहुमस्तन्नो अस्तु वयं स्याम पतयो रयीणाम्।

(मण्डल 10: सूक्त 121: मन्त्र 10)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1823 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद – हे प्रजापति! उत्पन्न पदार्थों को तुम्हारे सिवाय अन्य कोई अपने वश में नहीं कर सकता। हम जिस कामना से तुम्हारा यज्ञ कर रहे हैंए हमारीवह कामना सिद्ध हो और हम महान् ऐश्वर्य के स्वामी हों। (अनु0–पं0 श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اے اللہ آپ کے علاوہ تمام مخلوقات کو کوئی اپنے اختیار میں نہیں کرسکتا۔ ہم جس آرزو کے ساتھ تمہاری عبادت (یجّن) کر رہے ہیں، وہ آرزو پوری ہو، اور ہم عظیم دولت و اقتدار کے مالک بنیں۔

(رگ وید، منڈل 10، سوکت 121، منتر 10)

وضاحت: اس منتر میں خالقِ کائنات کی مطلق ربوبیت اور ہمہ گیر اقتدار کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق تمام پیدا شدہ اشیاء اور مخلوقات پر حقیقی اختیار صرف ایک ہی اعلیٰ ہستی کو حاصل ہے، اس کے سوا کوئی اور کسی شے کو اپنے بس میں نہیں رکھ سکتا۔ انسان اپنی حاجات اور آرزوؤں کی تکمیل کے لیے اسی واحد رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسی کے لیے عبادت و بندگی انجام دیتا ہے، کیونکہ وہی دعا سننے اور قبول کرنے والا ہے۔ دولت، اقتدار اور خوشحالی (ऐश्वर्य) کا ذکر اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مادی نعمتیں بھی اسی کے اذن سے ملتی ہیں، اور اصل کامیابی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی خواہشات کو خالق کی رضا کے تابع کر دے۔ یوں یہ منتر توحید، دعا، اور کامل انحصار علی اللہ کے تصور کو مضبوط کرتا ہے۔

समुद्रादर्णवादधि संवत्सरो अजायत।
अहो रात्राणि विदधद्विश्वस्य मिषतो वशी। २
सूर्याचन्द्रमसौ धाता यथापूर्वकल्पयत् ।
दिवं च पृथिवीं चाऽन्तरिक्षमथो स्वः।

(मण्डल 10: सूक्त 190 मन्त्रः 2 से 3)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1898 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "जल से परिपूर्ण समुद्र से सम्वत्सर की उत्पत्ति हुई, ईश्वर से दिवस रात्रि की रचना की निमित्त आदि से युक्त विश्व के ईश्वर ही अधिपति है। प्राचीन काल के अनुसार ही ईश्वर ने सूर्य, चन्द्र, स्वर्गलोक, पृथ्वी और अन्तरिक्ष की रचना की।"(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: پانی سے بھرے ہوئے سمندر سے سال (زمانہ) کی پیدائش ہوئی، اور اللہ ہی سے دن اور رات کی تخلیق عمل میں آئی۔ وہی ابتدا سے سبب وعلت کے ساتھ پورے عالم کا معبود اور حاکم ہے۔ قدیم نظام کے مطابق اللہ ہی نے سورج، چاند، آسمانی جہان، زمین اور فضا (بین السموات) کو پیدا فرمایا۔ (رگ وید، منڈل 10، سوکت 190، منتر 2 سے 3)

وضاحت: یہ عبارت کائنات کی تخلیق اور وقت کے آغاز کو ایک توحیدی اور منظم تصور کے ساتھ بیان کرتی ہے، جہاں پانی کو حیات اور حرکت کی بنیادی علامت قرار دے کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ زمانہ (سال) اور زندگی کسی اتفاقی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک حکیمانہ نظام کے تحت وجود میں آئے ہیں۔ دن اور رات کی تخلیق کو براہِ راست خدا کی طرف منسوب کر کے اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ وقت کی گردش، نظم اور توازن ایک بااختیار اور صاحبِ ارادہ ہستی کے تابع ہے۔ اسی طرح سورج، چاند، آسمان، زمین اور فضا کی تخلیق کا ذکر اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ پوری کائنات ابتدا ہی سے ایک متعین ترتیب اور قانون کے تحت قائم کی گئی ہے، اور ان تمام مظاہر کا حقیقی حاکم اور مدبر ایک ہی خدا ہے، جو علتِ اوّلیٰ کی حیثیت سے ہر سبب کا سرچشمہ اور پوری کائناتی نظام کا واحد مالک و منتظم ہے۔

सुपर्ण विप्राः कवयो वचोभिरेकं सन्तं बहुधा कल्पयन्ति।

(मण्डल 10: सूक्त 114 मन्त्रः 5)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1807 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित

संस्करण 2002

अनुवाद- "ईश्वर रूप पक्षी एक है परन्तु मेधावीजन उसे अपने- अपने दृष्टिकोण से विभिन्न रूप वाला बनाते हैं।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: خدا کی حقیقت ایک ہے، مگر اہلِ دانش اسے اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق مختلف صورتوں (اندر، متر، ورُن آگنی ، گروو ، یم وایو ،صاتریشوار) میں بیان کرتے ہیں (جو ایک ہی طاقت کے مختلف نام ہیں)۔

(رگ وید، منڈل 10، سوکت 114، منتر 5)

وضاحت: یہ عبارت توحیدِ حقیقی کے ایک نہایت گہرے فکری تصور کو واضح کرتی ہے، جس کے مطابق اصل حقیقت اور طاقت ایک ہی خدا کی ہے، مگر انسانی عقل، زبان اور فہم کی محدودیت کے باعث اہلِ دانش اس ایک ہی الوہی طاقت کو اس کی مختلف صفات، افعال اور مظاہر کے اعتبار سے الگ الگ نام دیتے ہیں، جیسے اندر طاقت وغلبہ کی علامت ہے، متر نظم وعہد کی، ورُن قانون واحتساب کی، اگنی عمل وتطہیر کی، یم عدل وانجام کی اور وایو حرکت و حیات کی علامت ہے۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام نام کسی الگ الگ خداؤں کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ ایک ہی الوہی ذات کے مختلف اوصاف اور قوتوں کو سمجھانے کے فکری وتمثیلی اسالیب ہیں۔ یوں یہ تصور کثرت میں وحدت (Unity in Diversity) کو ظاہر کرتا ہے اور انسان کو ظاہری تعدد سے اوپر اٹھا کر اس واحد، مطلق اور ہمہ گیر طاقت کی پہچان کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو کائنات کے ہر نظام میں کارفرما ہے۔

य आत्मदा बलदा यस्य विश्व उपासते प्रशिषं यस्य देवाः।

यस्य छायामृंत यस्य मृत्युः कस्मै देवाय हविषा विधेम।

(मण्डल 10: सूक्त 121: मन्त्र 2)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1821 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "जिस प्रजापति ने प्राणी को शरीर और बल प्रदान किया है, उनकी आज्ञा में सभी देवता चलते हैं। जिसकी छाया ही मधुर स्पर्श वाली है और मृत्यु भी जिनके अधीन

रहती है, उन के 'क' आदि अनेक नाम हैं।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ پرجاپتی جس نے تمام جانداروں کو جسم اور طاقت عطا کی ہے، سب دیوتا اس کے حکم کے تابع چلتے ہیں۔ جس کی محض چھاؤں بھی نہایت لطیف اور خوشگوار لمس رکھتی ہے، اور موت بھی جس کے اختیار میں ہے، اس ذات کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔

(رگ وید، منڈل 10، سوکت 121، منتر 2)

وضاحت: یہ منتر رگ وید میں پرجاپتی کو کائنات کا واحد خالق، ربّ اور حاکمِ مطلق قرار دیتا ہے، جس نے تمام جانداروں کو جسمانی ساخت اور قوت عطا کی، اور جس کے حکم کے بغیر کوئی طاقت یا دیوتا بھی کارفرما نہیں ہوسکتا۔ اس کی ''چھاؤں'' کو لطیف اور خوشگوار کہنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کی ربوبیت محض جبر پر مبنی نہیں بلکہ رحمت، سکون اور حفاظت کا سرچشمہ ہے، جبکہ موت کا بھی اس کے اختیار میں ہونا اس کی مکمل حاکمیت اور اقتدارِ کل کو ظاہر کرتا ہے۔ آخر میں اس ذات کے ''بہت سے نام'' ہونے کا ذکر اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مختلف اقوام اور اہلِ دانش ایک ہی الوہی حقیقت کو اس کی صفات اور افعال کے اعتبار سے مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں، مگر اصل میں وہ سب ایک ہی قادرِ مطلق کی طرف رجوع کرتے ہیں؛ یوں یہ منتر کثرتِ اسما کے باوجود وحدتِ حقیقت کا واضح پیغام دیتا ہے۔

कामस्तदग्रे समवर्तताधि मनसो रेतः प्रथम यदासीत्।

सतो बन्धुमसति निरविन्दन् हृदि प्रतीष्यां कवयो मनीषा

तिरश्चीनो विततो रश्मिरेषामधःस्विदासीदुपरि स्विदासीत्।

रेतोधा आसन् महिमान आसन् त्स्वधा अवस्तात् प्रयतिः परस्तात्।।

(मण्डल 10: सूक्त 129: मन्त्र 4 व 5)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1837 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "उस ब्रहम्मा ने सर्वप्रथम सृष्टि रचना की, इच्छा की तो उस से सर्वप्रथम बीज

का प्राकटच हुआ। मेधावी जनों ने अपनी बुद्धि के द्वारा विचार करके अप्रकट वस्तु की उत्पत्ति कल्पित की। फिर धारण कर्ता पुरुष की उत्पत्ति हुई फिर महिलाएँ प्रकट हुईं उन महिलाओं का कार्य दोनों तक प्रशन्त हुआ नीचे स्वधा और ऊपर प्रगति का स्थान हुआ। "

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اس برہما نے سب سے پہلے کائنات کی تخلیق کی؛ جب اس نے ارادہ کیا تو اسی سے سب سے پہلے بیج ظاہر ہوا۔ اہلِ دانش نے اپنی عقل کے ذریعے غور وفکر کر کے غیر ظاہر (پوشیدہ) شے کی پیدائش کا تصور قائم کیا۔ پھر حامل ونگہبان مرد کی پیدائش ہوئی، اس کے بعد عورتیں ظاہر ہوئیں؛ ان عورتوں کا عمل دونوں (مرد وعورت) تک مکمل اور منظم ہوا۔ نیچے سُوَدھا (قوتِ تغذیہ/ پائیداری) کا مقام ٹھہرا اور اوپر ترقی/ارتقا کا مقام قائم ہوا۔ (رگ وید، منڈل:10، سوکت:129، منتر:4 سے 5)

وضاحت: یہ عبارت تخلیقِ کائنات کے ایک فکری اور تدریجی تصور کو بیان کرتی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ برہما نے سب سے پہلے ساری کائنات کی بنیاد رکھی اور محض ارادۂ تخلیق سے اوّلین بیج کا ظہور ہوا، جو تمام موجودات کی اصل اور امکان کی علامت ہے۔ اہلِ دانش نے عقل وفکر کے ذریعے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی کہ ظاہر ہونے والی کائنات سے پہلے ایک غیر مرئی اور مخفی حقیقت موجود تھی، جس سے یہ سب پیدا ہوا۔ اس کے بعد مرد کا ظہور بطورِ محافظ اور نگہبان دکھایا گیا، پھر عورت کی تخلیق ہوئی، اور دونوں کے باہمی تعلق سے نظامِ حیات آگے بڑھا اور مکمل ہوا۔ نیچے "سُوَدھا" کا ذکر مادی بقا، غذا اور جسمانی نظام کی طرف اشارہ کرتا ہے، جبکہ اوپر ترقی یا ارتقا کا مقام روحانی بلندی اور کمال کی علامت ہے۔ اس طرح یہ بیان اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ کائنات محض مادّی نہیں بلکہ ارادہ، عقل، نظم اور تدریج کے ساتھ عدم سے وجود میں آئی ہے، جہاں جسمانی اور روحانی دونوں پہلو ایک متوازن نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔

स दाधार पृथिवी द्यामुतेमां कस्मै देवाय हविषा विधेम।

(मण्डल 10: सूक्त 121:मन्त्र 1)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1821 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "उसी ने आकाश और पृथ्वी को अपने-अपने स्थान पर स्थित किया उस मालिक का हम हव्य द्वारा पूजन करेंगे।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اسی نے آسمان اور زمین کو اپنی اپنی جگہ پر قائم کیا ہے؛ ہم اسی مالک کی نذر و عبادت کے ذریعے بندگی کریں گے۔

(رگ وید، منڈل 10، سوکت 121، منتر 1)

وضاحت: اس جملے میں خالقِ کائنات کی ربوبیت، قدرت اور وحدانیت کو نہایت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ آسمان اور زمین جیسے عظیم اور منظم نظام کا اپنی اپنی جگہ پر قائم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کائنات کسی اتفاق یا خود بخود عمل کا نتیجہ نہیں، بلکہ ایک عقلمند، قادر اور مدبّر ذات کے ارادے اور تدبیر سے وجود میں آئی ہے۔ کائنات کا یہ نظم و ضبط اس مالک کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ پر گواہی دیتا ہے۔ اسی حقیقت کے منطقی نتیجے کے طور پر جملے کے دوسرے حصے میں عبادت اور بندگی کا اعلان کیا گیا ہے کہ جب خالق، مالک اور قائم رکھنے والا ایک ہی ہے تو عبادت، نذر اور اطاعت کا حق دار بھی وہی ہے۔ یہ تصور انسان کو شرک، خود پرستی اور مخلوق پر انحصار سے نکال کر خالص توحید اور عبدیت کی طرف لے جاتا ہے۔ یوں یہ عبارت نہ صرف خدا کے وجود پر دلیل ہے بلکہ انسان کے لیے درست طرزِ عبادت اور زندگی کے مقصد کی بھی رہنمائی کرتی ہے۔

पतिर्बभूथासमो जनानामेको विश्वस्य भुवनस्य राजा।।

(मण्डल 6: सूक्त 36: मन्त्र 4)

(ऋग्वेद द्वितीय खण्ड पृष्ठ संख्या 902 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "तुम सब प्राणियों के मुख्य स्वामी तथा सभी उत्पन्न जीवों के एक मात्र ईश्वर हो।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: تم تمام جانداروں کے حقیقی مالک ہو اور پیدا کی گئی ساری مخلوقات کے واحد معبود ہو۔ (رگ وید، منڈل:6، سوکت:36، منتر:4)

وضاحت: اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کی مالکیتِ مطلقہ اور الوہیتِ واحدہ کو جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ''تمام جانداروں کے حقیقی مالک'' ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات میں موجود ہر ذی روح اپنی ہستی، بقا، رزق اور اختیار کے اعتبار سے اسی ایک ذات کا محتاج ہے۔ کسی انسان، فرشتہ یا قوتِ فطرت کو ذاتی اور مستقل اختیار حاصل نہیں، بلکہ سب اسی مالکِ حقیقی کے حکم کے تابع ہیں۔ اس تصور سے انسان کے دل میں تواضع، ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ''پیدا کی گئی ساری مخلوقات کے واحد معبود'' ہونے کا بیان اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ عبادت، اطاعت، محبتِ کامل اور سجدہ صرف اسی ایک ذات کا حق ہے۔ اس میں شرک کی ہر صورت کی نفی اور خالص توحید کا اثبات ہے۔ یہ عقیدہ انسان کی فکری اور عملی زندگی کو ایک مرکز دیتا ہے، جہاں وہ خوف، امید اور اعتماد صرف اللہ پر رکھتا ہے، اور اسی بنیاد پر ایک متوازن، اخلاقی اور مقصدی زندگی اختیار کرتا ہے۔

य एक इद्धश्यव्वर्षणीनामिन्द्रं तं गीर्भिरभ्यर्च आभिः।

यः पत्यते वृषभो वृष्ण्यावान् त्सतयः सत्वा पुरुमायः सह्स्वान्।।

(मण्डल 6: सूक्त 22: मन्त्र 1)

(ऋग्वेद द्वितीय खण्ड पृष्ठ संख्या 880 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "मनुष्यों पर विपत्ति पड़ने पर एक मात्र इन्द्र आहवान करने के योग्य हैं वे स्तुति करने वाले के पास आते। जो कामनाओं के बर्षक पराक्रमी बहुत विद्धान सत्यवक्ता एवं शत्रुओं को पीड़ित करने वाले हैं, हम उनकी स्तुति करते हैं।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: جب انسانوں پر مصیبت آتی ہے تو صرف اِندر ہی پکارے

جانے کے لائق ہوتا ہے؛ وہ تعریف کرنے والے کے پاس آجاتا ہے۔ وہ خواہشیں برسانے والا، نہایت طاقت ور، بہت دانا، سچ بولنے والا اور دشمنوں کو سخت اذیت دینے والا ہے؛ ہم اسی کی حمد وثنا کرتے ہیں۔

(رگ وید، منڈل6، سوکت22، منتر1)

وضاحت: اس عبارت میں اگرچہ ظاہری طور پر ایک خاص ہستی کا ذکر ہے، مگر اس کے اندر بیان کی گئی صفات بِی مصیبت کے وقت پکار سننا، مدد کے لیے حاضر ہونا، رزق و نعمتیں عطا کرنا، کامل طاقت رکھنا، دانائی اور سچائی کا مالک ہونا اور باطل و دشمن قوتوں کو مغلوب کرنابِی درحقیقت صرف ایک ہی حقیقی رب کی صفات ہیں۔ توحیدی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مصیبت میں فریاد سننے والا، خواہشیں پوری کرنے والا اور ہر طاقت پر قادر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ یہ صفات کسی مخلوق یا محدود ہستی میں مستقل طور پر پائی ہی نہیں جاسکتیں۔ لہٰذا ایسی نصوص کو توحیدی فکر میں اس طرح سمجھا جاتا ہے کہ انسان کی فطری پکار، امید اور اعتماد دراصل اسی واحد معبود کی طرف ہونا چاہیے جو سچّا مالک، قادرِ مطلق اور عدل کے ساتھ باطل کو ختم کرنے والا ہے، اور حقیقی حمد وثنا اسی کے لیے خاص ہے۔

नासदासीन्नो सदासीतू तदानीं नासीद्रजो नो व्योमा परो यत् ।

किमावरीवः कुह कस्य शर्मन्नम्भः किमासीद्गनहनं गभीरम्।

(मण्डल 10: सूक्त129: मन्त्र 1)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड पृष्ठ संख्या 1836 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य,प्रकाशक संस्कृति संस्थान,ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "प्रलयकाल है असत्य नहीं था। सत्य भी उस समय नहीं था। पृथिवी आकाश भी नहीं थे। आकाश में स्थित सप्तलोक भी नहीं थे तब कौन यहाँ रहता था? ब्रह्माण्ड कहाँ था? गम्भीर जल भी कहाँ था? उस समय अमरत्व और मृतत्व भी नहीं था। रात्रि और दिवस भी नहीं थे वायु से मून्य और आत्मा से अवलम्ब से श्वास प्रश्वास वाले एक ब्रह्ममात्र ही थे।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اُس وقت، یعنی پرلَے (فنا) کے زمانے میں، نہ کوئی جھوٹ موجود تھا اور نہ ہی سچ؛ نہ زمین تھی اور نہ آسمان، اور نہ ہی آسمان میں قائم ساتوں لوک موجود تھے، تو پھر وہاں کون رہتا تھا، کائنات کہاں تھی اور گہرے پانی کہاں تھے؟ اُس وقت نہ امرت (ہمیشگی) تھی اور نہ موت، نہ رات تھی اور نہ دن؛ اُس وقت صرف ایک ہی وجود تھا جو ہوا سے خالی، سانس اور آمد و رفتِ نفس سے بے نیاز، اپنی ہی ذات کے سہارے قائم، محض ایک برہمن تھا۔

(رگ وید، منڈل10، سوکت129، منتر1)

وضاحت : یہ منتر انسانی فکر کی تاریخ میں وجود (Existence) اور عدم (Non-Existence) کے سوال کو نہایت گہرے اور فلسفیانہ انداز میں پیش کرتے ہوئے تخلیقِ کائنات سے پہلے کی حالت کو نہایت گہرے فلسفیانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس منتر کے مطابق اُس ابتدائی کیفیت میں نہ سچ اور جھوٹ کی تمیز موجود تھی، نہ زمین و آسمان اور نہ ہی ساتوں لوک؛ یعنی مکان، زمان اور اخلاقی دوئی ابھی وجود میں نہیں آئی تھی۔ اس وقت نہ حیات و ممات کا تصور تھا اور نہ دن و رات کی تقسیم، بلکہ ہر وہ شے جو انسانی شعور کے لیے شناخت کا ذریعہ بنتی ہے، غیر متشکل حالت میں تھی۔ منتر کے اختتام پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس سب کے باوجود ایک ہی ازلی و ابدی حقیقت موجود تھی جو ہوا، سانس اور مادی تقاضوں سے ماورا، اپنی ذات کے سہارے قائم تھی، جسے برہمن کہا گیا۔ یوں یہ منتر تخلیق سے پہلے کی مطلق وحدت اور انسانی عقل کی محدودیت کو نمایاں کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کائنات کی بنیاد ایک واحد، خود قائم اور ماورائی حقیقت پر ہے۔

न यस्य द्यावापृथिवी अनु व्यचो न सिन्धवो रजसो अन्तमानशुः।
नोत स्ववृष्टिं मदे अस्य युध्यत एको अन्यच्चकृषे विश्वमानुषक्।
(मण्डल 1: सूक्त 52: मन्त्र 14)

(ऋग्वेद प्रथम खण्ड पृष्ठ संख्या 119 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003–संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "जिस की समानता आकाश और पृथिवी नहीं कर सकते अन्तरिक्ष के जल जिसकी सीमा को नहीं पाते, वृत्र के प्रति युद्ध करते हुए जिसकी तुलना नहीं हो सकती। (ऐ मालिक) ये प्राणी एकमात्र तुम्हारे ही अधीन है। (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: جس کی مانند نہ آسمان ہوسکتا ہے اور نہ زمین، جس کی حد تک خلا کے پانی بھی نہیں پہنچ سکتے، جو وِتر (وِرترا) کے خلاف جنگ میں بے مثال ہے اور جس کی کوئی مثال دی ہی نہیں جا سکتی ہی اے مالک! یہ تمام مخلوقات صرف اور صرف تیرے ہی اختیار اور فرمان کے تابع ہیں۔

(رگ وید، منڈل 1، سوکت 52، منتر 14)

وضاحت: رِگ وید کے اس منتر میں ایک ایسی اعلیٰ اور بے مثال قوت کا تصور پیش کیا گیا ہے جو کائنات کی ہر حد سے ماورا ہے؛ نہ آسمان اور زمین اس کے مثل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی خلا کے گہرے پانی اس کی حد تک پہنچ سکتے ہیں۔ وِتر/ وِرترا کے خلاف جنگ کا ذکر محض ایک اساطیری واقعہ نہیں بلکہ کائناتی نظم پر حاوی ہونے والی انتشار انگیز قوت کے مقابل عدل، اقتدار اور نظم کی فتح کی علامت ہے، جس میں اس ربانی قوت کی بے نظیری اور غالب حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ منتر کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ یہ قوت مثال و نظیر سے بالاتر ہے (تنزیہی اسلوب)، اور تمام موجودات اسی کے اختیار اور فرمان کے تابع ہیں؛ یوں یہ بیان محض جنگی فخر نہیں بلکہ مطلق حاکمیت، وحدانی اقتدار اور ہمہ گیر ربوبیت کا اعلان ہے۔ اس تناظر میں یہ منتر انسانی تخیل کو تشبیہات سے آگے لے جا کر اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ کائنات کا نظم ایک ایسی واحد، غالب اور بے مثال ہستی کے تحت قائم ہے جس کے مقابل کوئی شے مستقل یا خود مختار نہیں۔

वेदा यो वीनां पदमन्तरिक्षेण पतताम् । वेद नावः समुद्रियः ।।

(मण्डल 1: सूक्त 25: मन्त्र 7)

(ऋग्वेद प्रथम खण्ड पृष्ठ संख्या 65 सम्पादक– पं० श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003–संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "आप उड़ने वाले पक्षियों के आकाश-मार्ग और समुद्र को नौका-मार्ग के पूर्ण ज्ञाता हैं।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ اڑنے والے پرندوں اور وہ سمندر کی کشتیوں کو خوب جانتا ہے۔(رگ وید، منڈل 1، سوکت 25، منتر 7)

وضاحت: اس جملے میں علمِ الٰہی کی ہمہ گیری کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اڑنے والے پرندے فضا کی وسعت، بلندی اور حرکت کی علامت ہیں، جبکہ سمندر کی کشتیاں گہرائی، خطرات اور انسانی تدبیر کی نمائندہ ہیں؛ ان دونوں کا ذکر یہ واضح کرتا ہے کہ فضا ہو یا سمندر، بلندی ہو یا گہرائی کائنات کا کوئی گوشہ اس علم سے پوشیدہ نہیں۔ یہاں ''خوب جانتا ہے'' سے مراد محض ظاہری علم نہیں بلکہ ایسا کامل، محیط اور نگہبان علم ہے جو حرکات، اسباب اور انجام سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ یوں یہ بیان انسان کو یہ شعور دیتا ہے کہ کائنات میں آزادیِ حرکت کے باوجود ہر شے ایک اعلیٰ نظم اور باخبر اقتدار کے تحت ہے، جس کے علم سے نہ فطری قوتیں اوجھل ہیں اور نہ انسانی کاوشیں۔

अहो रात्राणि विदधद्विश्वस्य मिषतो वशी।।

(मण्डल 10ः सूक्त 190ः मन्त्र 2)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड, पृष्ठ संख्या 1898 सम्पादक–पं० श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003–संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "फिर दिवस और रात्रि उत्पन्न हुए। इसके पश्चात जल से परिपूर्ण समुद्र उत्पन्न हुआ। (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: ایشور نے دن اور رات کا سلسلہ قائم کیا، پھر ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پیدا کیا۔(رگ وید، منڈل 10، سوکت 190، منتر 2)

وضاحت: یہ جملہ کائنات کے منظم اور بامقصد نظام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دن اور

رات کا سلسلہ قائم کرنا زمان کی ترتیب اور توازن کی علامت ہے، جس کے ذریعے زندگی کی رفتار، محنت و آرام اور فطری نظم برقرار رہتا ہے، جبکہ ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی تخلیق قدرتی قوت، وسعت اور حکمت کو ظاہر کرتی ہے۔ یوں یہ بیان واضح کرتا ہے کہ کائنات کا وقت اور طاقتور مظاہر سب ایک ہی حکیم اور قادر ہستی کے ارادے سے وجود میں آئے ہیں۔

सूर्याचन्द्रमसौ धाता यथापूर्वककल्पयत्।

(मण्डल 10: सूक्त 190: मन्त्र 3)

(ऋग्वेद चतुर्थ खण्ड, पृष्ठ संख्या 1898 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेद नगर) बरैली 243003– संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "ईश्वर ने सूर्य, चन्द्र, स्वर्ग लोक, पृथिवी और अन्तरिक्ष की रचना की।

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: ایشور نے سورج، چاند، آسمانی لوک، زمین اور فضا (अन्तरिक्ष) کو پیدا کیا۔ (رگ وید، منڈل 10، سوکت 190، منتر 3)

وضاحت: یہ بیان ایشور کی تخلیقی قدرت اور ہمہ گیر ربوبیت کو واضح کرتا ہے۔ سورج اور چاند وقت، روشنی اور حیات کے نظم کی علامت ہیں، جبکہ آسمانی لوک، زمین اور فضا (انتریکش) کائنات کے مختلف مدارج اور وسعتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان سب کی تخلیق اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کائنات کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک منظم، حکیمانہ اور مقصدی ارادے کے تحت وجود میں آئی ہے، جہاں ہر عنصر اپنے مقررہ نظام کے مطابق کارفرما ہے۔

❁❁❁

یجر وید میں ایکیشور واد

(یعنی ایک اللہ کو ماننے سے متعلق چند شلوک)

न तस्य प्रतिमा अस्ति यस्य नाम महद्यशः।

(यजुर्वेद अध्याय 32 मन्त्र 3)

(यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 489 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "उस की कोई प्रतिमा नहीं है, उसका नाम ही अत्यन्त महान् है, सबसे बड़ा यश यही है।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اس کی کوئی صورت یا مورتی نہیں، اس کا نام ہی نہایت عظیم ہے، اور سب سے بڑی بزرگی اور شان اسی کی ہے۔ (یجر وید۔ ادھیائے 32، منتر 3)

وضاحت: یہ عبارت اس تصور کی ترجمانی کرتی ہے کہ اعلیٰ حقیقت یا خدا کو کسی جسمانی شکل، تصویر یا مورت میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی عظمت کسی ظاہری پیکر میں نہیں بلکہ اس کے نام، صفات اور شانِ الوہیت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں زور اس بات پر ہے کہ حقیقی بزرگی اور یش (جلال وعظمت) اسی واحد ہستی کے لیے ہے جو صورت وحدود سے ماورا ہے، اور یہی فکر انسان کو شرک اور تشبیہ سے ہٹا کر خالص توحیدی تصور کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

............नैन मुर्ध्व तिर्यञ्च न मध्ये परिजग्रभत्

(यजुर्वेद अध्याय 32 मन्त्र 2)

(यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 489 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "उस को ऊपर, इधर-उधर अथवा मध्य में, कहीं भी ग्रहण नहीं किया जा सकता। अर्थात यह अप्रत्यक्ष नहीं देखा जा सकता।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اسے اوپر، اطراف میں درمیان میں کہیں متعین نہیں کیا جا سکتا کسی نے اس (خدا) کا احاطہ نہیں کیا......یعنی وہ براہِ راست نظر آنے والا نہیں ہے۔(اس کی کوئی شبیہ یا صورت نہیں)۔(یجر وید۔ادھیائے 32، منتر 2)

وضاحت: یجر وید کے اس منتر میں خدا کے بارے میں جو تصور پیش کیا گیا ہے کہ وہ کسی سمت (اوپر، نیچے، دائیں، بائیں یا درمیان) میں محدود نہیں، کوئی اسے گھیر نہیں سکتا، وہ براہِ راست نظر نہیں آتا اور اس کی کوئی شبیہ یا صورت نہیں، یہ سب باتیں اسلامی عقیدۂ توحید سے مکمل ہم آہنگ ہیں۔ اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ مکان، جہت اور صورت سے پاک ہے؛ وہ مخلوق کی طرح نہ جسم رکھتا ہے، نہ حدود میں مقید ہوتا ہے، اور نہ آنکھوں سے اس کا ادراک ممکن ہے۔ قرآن کہتا ہے: ''نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے'' (الأنعام: 103) اور ''اس جیسا کوئی نہیں'' (الشوریٰ: 11)۔ اسی بنا پر اسلام میں تصویر، مجسمہ یا کسی مادی تشبیہ کے ذریعے خدا کو سمجھنے یا پیش کرنے کی نفی کی گئی ہے۔ حقیقی معرفت ایمان، عقل، وحی اور آثارِ قدرت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، نہ کہ حسی مشاہدے یا مادی تمثیل سے۔ یوں یہ منتر خدا کی ماورائیت (Transcendence) اور بے مثال وحدانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو اسلامی تصورِ الٰہیات کا مرکزی ستون ہے۔

अन्धतमः प्र विशन्ति येऽसंभूतिमुपासते।
ततो भूय इव ते तमो यउ सम्भूत्यानरताः।

(यजुर्वेद अध्याय 40 मन्त्र 9)

(यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 554 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "जो पुरुष माया कर्म वाले देवताओं की उपासना करते हैं, वे ज्ञान-अन्धकार में प्रविष्ट होते हैं और जो व्यसनादि में रत हैं वे इससे भी अधिक घोर अन्धकार में पड़ते हैं।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ لوگ تاریک گہرائیوں کے اندھیروں میں ڈوب جاتے

ہیں جو (اسمبھوتی) مادہ (اپنی بنیادی شکل میں جیسے) آگ، مٹی، پانی وغیرہ کے پجاری ہیں وہ اس سے بھی گہری تاریکیوں میں ڈوبتے ہیں جو اسمبھوتی سے مرکب اشیاء مثلاً پیڑ پودے مورتیاں وغیرہ میں ملوث ہیں۔

(یجروید۔ادھیائے40،منتر9)

وضاحت: اس منتر میں مادّی عناصر (آگ، مٹی، پانی وغیرہ) اور ان سے بنی ہوئی مرکب اشیاء (درخت، بت، مورتیاں وغیرہ) کی عبادت کو گمراہی اور فکری تاریکی قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مخلوق خواہ وہ قدرتی عناصر ہوں یا انسان کے بنائے ہوئے مجسمات کسی صورت میں عبادت کے لائق نہیں، کیونکہ وہ خود محدود، محتاج اور حادث ہیں۔ قرآنِ مجید بھی ایسے ہر شرک کی نفی کرتا ہے جو انسان کو خالقِ حقیقی سے دور لے جائے، اور بتاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے بجائے مخلوق سے وابستہ ہوتے ہیں وہ ہدایت کے بجائے مزید گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ منتر توحید کی دعوت دیتا ہے کہ انسان واحد، غیر مرئی اور غیر مادی خالق کو پہچانے اور اسی کی عبادت کرے، کیونکہ نجات اور روشنی اسی راستے میں ہے۔

दृष्टारूपे व्याकरोत्सत्यानते प्रजापतिः अश्रद्धा-

मनृतेऽदधाच्छ्रद्धाऊँसत्ये प्रजापतिः।

(यजुर्वेद अध्याय 19 मन्त्र 77)

(यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 335 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "प्रजापति ने सत्यासत्य को देखकर विचार-पूर्वक पृथक- पृथक स्थापित किया। असत्य में अश्रद्धा को और सत्य में श्रद्धा को स्थापित किया। यह सत्य, सत्य से जाना जाता है। (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: خدا نے حق و باطل کی کیفیت کو سمجھا کر حق کو باطل سے جدا کر دیا اس نے باطل میں بے اعتقادی (عدمِ یقین) اور حق میں اعتقاد و یقین کو قائم

کیا۔ یہ حق، حق ہی کے ذریعے پہچانا جاتا ہے۔ (یجر وید۔ ادھیائے 19، منتر 77)

وضاحت: اس منتر میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ خدا نے حق اور باطل کو واضح طور پر جدا کر کے انسان کے سامنے رکھ دیا، تا کہ وہ شعوری طور پر صحیح اور غلط میں امتیاز کر سکے۔ باطل کے ساتھ بے اعتقادی اور شک کو جوڑنا اس بات کی علامت ہے کہ جھوٹ اور گمراہی میں کوئی پائیدار بنیاد نہیں ہوتی، جبکہ حق کے ساتھ یقین و اعتماد اس لیے قائم کیا گیا کہ حق اپنی ذات میں مضبوط، واضح اور قائم بالذات ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بھی یہی اصول ملتا ہے کہ حق اپنی دلیل، نور اور تاثیر سے پہچانا جاتا ہے اور باطل اپنی کمزوری اور انتشار سے خود بے نقاب ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کے مطابق اللہ نے انسان کو عقل، فطرت اور وحی عطا کی تا کہ وہ حق کو قبول کرے اور باطل سے اجتناب کرے۔ اس طرح یہ منتر انسانی ہدایت کے اسی الٰہی نظام کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں نجات کا راستہ حق کی پہچان اور اس پر یقین کے ساتھ وابستہ ہے۔

स पर्यगाच्छक्रमकायम..........................सामभ्यः

(यजुर्वेद अध्याय 40 मन्त्र 8)

(यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 554 सम्पादक— पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली—243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "परमात्मा के साथ अभेद को प्राप्त हुआ वह आत्मा स्वयं प्रकार वाला काया रहित है। छिद्र रहित नाड़ी आदि से रहि और देहरूप उपाधि से भी रहित है........वह आत्मा सर्वव्याप्त है।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ ذات (خالق کائنات) اپنی اصل میں نورانی حقیقت رکھتی ہے، جسم سے پاک ہے۔ وہ رگوں، نالیوں اور ہر طرح کے سوراخوں سے منزہ ہے، اور جسمانی قالب و تشخص کی ہر قید سے آزاد ہے۔............اور وہ روح ہر جگہ محیط (ہمہ گیر) ہے۔ (یجر وید۔ ادھیائے 40، منتر 8)

وضاحت: اس عبارت میں خالقِ کائنات کو نورانی، جسمانی قیود سے پاک اور ہر طرح

کے مادی لوازمات سے منزہ بتایا گیا ہے۔ اسلامی عقیدۂ توحید کے مطابق اللہ تعالیٰ جسم، اعضاء، رگوں، نالیوں اور مادی ساخت سے پاک ہے؛ وہ نہ کسی جسم میں حلول کرتا ہے اور نہ جسم کی صفات کا محتاج ہے۔ قرآن کی رو سے اللہ نورُ السَّماواتِ وَالأرض ہے، یعنی وہ ہدایت و وجود کی اصل روشنی کا منبع ہے، نہ کہ کسی مخلوق جیسا نورانی جسم۔ ''ہمہ گیر'' ہونے کا مفہوم اسلام میں یہ ہے کہ اللہ اپنے علم، قدرت اور احاطۂ اختیار کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، نہ یہ کہ وہ مخلوق کی طرح ہر شے میں حلول کر گیا ہو۔ اس طرح یہ بیان اللہ کی تنزیہ (ہر نقص و تشبیہ سے پاکی) اور کمالِ ربوبیت پر دلالت کرتا ہے: وہ خالق ہے، مخلوق سے بالکل مختلف؛ حاضر اپنے علم سے، قریب اپنی قدرت سے، اور بلند اپنی ذات میں بغیر جسم، بغیر صورت اور بغیر حدود۔

ईशा वास्यमिद नसर्व यत्किंवज.....................

(यजुर्वेद अध्याय 40, मन्त्र 1)

यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 553 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "ईश्वर द्वारा ही यह प्रत्यक्ष संसार आच्छादनीय है"...

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: یہ پوری کائنات اس اللہ ہی کے احاطہ اور تسلط میں ہے۔

(یجروید۔ادھیائے40،منتر1)

وضاحت: اس جملے میں اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت اور ہمہ گیر ربوبیت کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی پوری کائنات، زمین و آسمان، زندگی و موت، اسباب و نتائج، سب اللہ کے علم، قدرت اور اختیار کے دائرے میں ہے۔ کوئی شے اس کے احاطے سے باہر نہیں، نہ اس کے حکم کے بغیر حرکت کرتی ہے۔ قرآن اسی حقیقت کو یوں واضح کرتا ہے کہ اللہ ہی مالکُ المُلک ہے اور ہر چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس تصور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عبادت، اطاعت اور اعتماد صرف اسی ایک اللہ کے لیے ہو، کیونکہ جب کائنات کا مکمل تسلط

اسی کے پاس ہے تو حقیقی سہارا، مدد اور فیصلہ بھی وہی کر سکتا ہے۔

तदेजति तन्नेजाति तद्दूरे तद्धन्ति के...............

(यजुर्वेद अध्याय 40, मन्त्र 5)

(यजुर्वेद, पृष्ठ संख्या 553 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1991)

अनुवाद- "उस आत्मतत्व के द्वारा ही वायु अन्तरिक्ष में जलों को धारण करता है।.............. (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اس پرمیشور کی طاقت سے ہی ہوا فضا میں موجود پانیوں (بادلوں) کو سنبھالے رکھتی ہے (یعنی کائنات کا یہ نظام قائم ہے)۔

(یجروید۔ادھیائے 40، منتر 5)

وضاحت: اس منتر میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو نمایاں کیا گیا ہے کہ کائنات کا عظیم اور نازک نظام محض اس کی طاقت اور تدبیر سے قائم ہے۔ ہوا کا چلنا، بادلوں میں پانی کا ٹھہرنا اور فضا میں ان کا برقرار رہنا کسی خودکار یا اتفاقی عمل کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق فطرت کی ہر قوت چاہے وہ ہوا ہو، پانی ہو یا آسمانی نظام اللہ کی فرمانبردار ہے اور اسی کے ارادے سے عمل کرتی ہے۔ یہ منتر انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ کائنات کے پردے میں کام کرنے والی اصل قوت اللہ ہی کی ہے، جو ہر چیز کو سنبھالے ہوئے اور ہر لمحہ قائم رکھے ہوئے ہے۔

❀❀❀

اتھر وید میں ایکیشور واد

(یعنی ایک اللہ کو ماننے سے متعلق چند شلوک)

तमिदं निगतं सहः स एष एक एकवृदेक एव।

(अथर्ववेद काण्ड 13, सूक्त 4, मन्त्र 12_13)

(अथर्ववेद द्वितीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 708 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृत संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली– 243003 संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "यह सब उसे ही प्राप्त होता है वह एक वृत केवल एक है।"

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ خدا ایک ہے وہ سچ مچ ایک ہے۔

(اتھر وید کانڈ 13، سوکت 4، منتر 12)

وضاحت: اس مختصر جملے میں توحیدِ خالص کا اعلان ہے کہ خدا حقیقتاً ایک ہی ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے، نہ صفات میں، نہ اختیارات میں۔ اسلام میں یہی عقیدہ ایمان کی بنیاد ہے: اللہ واحد، یکتا اور بے مثال ہے؛ اس کی وحدانیت محض عددی نہیں بلکہ ذات، صفات اور افعال سب میں کامل ہے۔ قرآن اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اس تصور کا عملی تقاضا یہ ہے کہ عبادت، اطاعت، توکل اور محبت صرف اسی ایک اللہ کے لیے ہو، کیونکہ سچّا رب وہی ہے اور اسی کی وحدانیت حق ہے۔

.... न ममार न जीर्यति।

(अथर्ववेद काण्ड 10, सूक्त 7, मन्त्र 32)

(अथर्ववेद द्वितीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 561 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य,प्रकाशक संस्कृत संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली– 243003, संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "उस की यह कार्य कुशलता है कि न यह मृत्यु को प्राप्त होता है और न कभी जीर्ण होता है।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ (خدا) کی قدرت کی شان ہے کہ نہ وہ کبھی مرتا ہے اور نہ کبھی بوڑھا اور کمزور ہوتا ہے۔(اتھر وید کانڈ10،سوکت7،منتر32)

وضاحت: اس بیان میں اللہ تعالیٰ کی ہمیشگی اور کمالِ قدرت کو واضح کیا گیا ہے۔اسلام کے مطابق اللہ حیّ وقیّوم ہے؛ نہ اسے موت آتی ہے اور نہ کمزوری یا بڑھاپا لاحق ہوتا ہے۔فنا اور زوال مخلوق کی صفات ہیں، جبکہ اللہ ازل سے ابد تک زندہ، قائم اور کامل طاقت کا مالک ہے۔یہی عقیدہ انسان کو اس بات پر یقین دلاتا ہے کہ اصل سہارا اور دائمی طاقت صرف اللہ ہی ہے۔

भूयानिन्द्रो नमुराद् भूयानिन्द्रासि मृत्युभ्यः।

(अथर्ववेद काण्ड 13, सूक्त 4, मन्त्र 46)

(अथर्ववेद द्वितीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 712 सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "वे (इन्द्र) असुर से श्रेष्ठ है, तुम तो मृत्यु के कारणों से भी उत्कृष्ट हो।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ اللہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کو موت آئے بلکہ وہ امرت کے تصور سے بھی بالاتر ہے۔(اتھر وید کانڈ:13،سوکت:4،منتر:46)

وضاحت: اس منتر میں اللہ تعالیٰ کی ابدی اور لازوال ہستی کو بیان کیا گیا ہے۔اسلام کے مطابق اللہ نہ صرف موت سے پاک ہے بلکہ وہ ہر اس تصور سے بھی بلند ہے جو مخلوق کی ہمیشگی یا بقا سے متعلق ہو۔''امرت'' جیسے تصورات بھی مخلوقی فہم کے دائرے میں آتے ہیں، جبکہ اللہ کی حیات ازلی وابدی ہے، جو کسی سبب، دوام یا غذا کی محتاج نہیں۔یوں یہ بیان اللہ کی تنزیہ کو واضح کرتا ہے کہ وہ ہر محدود اور مخلوقی تصور سے ماورا ہے۔

तस्यामु सुर्वा नक्षत्रा वशे चन्द्रमसा सह।

(अथर्ववेद काण्ड 13, सूक्त 4, मन्त्र 28)

अथर्ववेद द्वितीय पृष्ठ संख्या 710 खण्ड, सम्पादक– पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली– 243003 संशोधित संस्करण– 1995)

अनुवाद- चन्द्रमा सहित ये सब नक्षत्र उसी के वशीभूत रहते हैं।

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: چاند سمیت یہ تمام ستارے اسی کے تابع اور اس کے اختیار میں رہتے ہیں۔(اتھر وید کانڈ13،سوکت4منتر:28)

وضاحت: یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی کائناتی حاکمیت کو بیان کرتا ہے کہ آسمانی اجرام چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اسلام کے مطابق یہ اجرام نہ خود مختار ہیں اور نہ عبادت کے لائق، بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے اور اس کے مقرر کردہ نظام پر چلنے والی مخلوق ہیں۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اقتدار اور تصرّف صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔

स वा...............................रात्रया तस्मादापोऽजायत।

(अथर्ववेद काण्ड 13, सूक्त 4, मन्त्र 29 से 38 तक)

(अथर्ववेद द्वितीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 711 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली– 243003 संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "उसने दिन को प्रकट किया, रात्रि को प्रकट किया, अन्तरिक्ष को प्रकट किया, वायु को प्रकट किया, आकाश को प्रकट किया, दिशाओं को प्रकट किया, पृथ्वी, अग्नि, जल को उसी ने प्रकट किया और इन सब के प्रकट्य से (मानो) वह (स्वयं) प्रकट हुआ।"

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: اسی اللہ نے دن کو وجود بخشا، اسی نے رات کو ظاہر فرمایا، اسی نے فضا کو پیدا کیا، ہوا کو جاری کیا، اور آسمان کو قائم کیا۔اسی نے سمتوں کا تعین فرمایا، زمین کو بچھایا، آگ اور پانی کو پیدا کیا۔اور ان تمام مخلوقات کے ظہور سے گویا وہ خود ہی اپنی قدرت و ربوبیت کے ساتھ نمایاں ہو گیا۔
(اتھر وید کانڈ13،سوکت4،منتر29سے38)

وضاحت: اس بیان میں اللہ تعالیٰ کو خالقِ مطلق اور مدبّرِ کائنات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دن اور رات کا آنا جانا، فضا اور ہوا کا نظام، آسمان کی بلندی، زمین کی وسعت، اور آگ و پانی جیسے بنیادی عناصر یہ سب اس کی تخلیق اور حکمت کی نشانیاں ہیں۔ اسلام کے مطابق اللہ اپنی ذات میں نظر نہیں آتا، مگر اس کی قدرت، ربوبیت اور حکمت کائنات کی ہر چیز میں واضح طور پر جھلکتی ہے۔ اسی لیے قرآن انسان کو آفاق و انفس کی نشانیوں میں غور کی دعوت دیتا ہے، تاکہ وہ مخلوق کے ذریعے خالق کو پہچانے اور اسی ایک اللہ کی عبادت اختیار کرے۔

न द्धितीया न तृतीयश्चतुर्थो न ष्युच्यते। य एतं देवमेकवृतं

वेद.....................प्राणति यच्च न।

(अथर्ववेद काण्ड 13, सूक्त 4, मन्त्र 16 से 18)

(अथर्ववेद द्वितीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 709 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 2002)

अनुवाद- "इन एक वृत का ज्ञाता द्धितीय तृतीय या चतुर्थ नहीं कहलाता। इन एक वृत का ज्ञात पन्चम, षष्ठ या सत्तम नहीं कहलाती। जो इन एक वृत का ज्ञाता है वह अष्टम नवम नहीं कहलाता।" (अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: وہ پرمیشور ایک ہی حقیقت/ ایک ہی دائرۂ وحدت کا جاننے والا ہے، اسے دوسرا، تیسرا یا چوتھا نہیں کہا جا سکتا۔ اس ایک ہی حقیقت کا جاننے والا پانچواں، چھٹا یا ساتواں بھی نہیں کہلاتا۔ اور جو اس ایک ہی حقیقت کا عارف ہے، وہ آٹھواں یا نواں بھی نہیں کہا جاتا ہے (وہ ایک ہے اس کی طرح کا کوئی دوسرا نہیں اور یقینی طور پر وہ ایک ہی ہے)۔

(اتھر وید کانڈ 13، سوکت 4، منتر 16 سے 18)

وضاحت: اس منتر میں وحدانیتِ مطلقہ کو نہایت زوردار اسلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ پرمیشور ایک ہی حقیقت ہے، اس کی ذات میں کثرت، درجے یا عددی تقسیم کا کوئی تصور نہیں۔ ''دوسرا، تیسرا، چوتھا......'' کہنے کی نفی دراصل اس بات کی نفی ہے کہ خدا کی ذات

میں کوئی شریک، مثل یا ہمسر ہو۔ اسلام میں بھی یہی عقیدۂ توحید ہے کہ اللہ واحد، یکتا اور بے مثال ہے نہ اس کی ذات میں تعدد ہے، نہ صفات میں، نہ افعال میں۔قرآن اسی حقیقت کو یوں واضح کرتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس جیسا کوئی نہیں؛ وہ نہ پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اس منتر کا حاصل یہ ہے کہ حقیقی معرفتِ الٰہی عددی گنتی یا مخلوقی قیاسات سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ یہ یقین سے حاصل ہوتی ہے کہ خدا اپنی ذات میں یکتا اور ہر شریک و مشابہت سے پاک ہے۔ یہی اسلامی توحید کالبِّ لباب ہے۔

यस्य देवस्य..............................प्रति मुञ्च पाशान्।

(अथर्ववेद काण्ड 13, सूक्त 3, मन्त्र 17)

(अथर्ववेद द्वितीय खण्ड, पृष्ठ संख्या 704 सम्पादक–पं0 श्री राम शर्मा आचार्य, प्रकाशक संस्कृति संस्थान, ख्वाजा कुतुब (वेदनगर) बरैली–243003 संशोधित संस्करण 1995)

अनुवाद- "जो एक ज्योति होते हुए भी अनेक रूप में प्रकाशमान है।"

(अनु०-पं० श्रीराम शर्मा आचार्य)

ترجمہ: ایک ہی نور ہے جو مختلف صفات میں ظاہر ہوتا ہے۔

(اتھروید کانڈ13، سوکت3، منتر17)

وضاحت: اس عبارت میں ''ایک ہی نور'' سے مراد واحد خالق کی قدرت وحقیقت ہے جو مختلف صفات اور آثار کے ساتھ کائنات میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ایک اور یکتا ہے، مگر اس کی صفات جیسے علم، قدرت، رحمت، حکمت اپنے اپنے آثار کے ذریعے مخلوقات میں نمایاں ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا مخلوق میں حلول کر گیا ہے، بلکہ یہ کہ ایک ہی رب کی صفات کے جلوے مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں۔قرآن بھی اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ کائنات کی ہر نشانی اللہ کی طرف دلالت کرتی ہے؛ مخلوق کثیر ہے مگر خالق ایک ہے۔ اس طرح یہ بیان توحیدِ صفاتی کو واضح کرتا ہے: ذات ایک، صفات کامل اور آثار متنوع سب اسی ایک اللہ کی قدرت کا اظہار ہیں۔

اسلامی عقیدۂ توحید

اسلامی عقیدۂ توحید اس بنیادی حقیقت پر قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور تمام صفات کے ساتھ ایک، یکتا اور بے مثال ہے۔ وہی اس کائنات کا خالق، مالک، رازق اور حقیقی معبود ہے۔ اس کی حاکمیت کامل اور ابدی ہے، اور پوری کائنات اسی کے حکم سے قائم و دائم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے؛ اس کی ذات کسی مادی وجود، شکل یا حدود کی محتاج نہیں۔ وہ نہ دکھائی دیتا ہے، نہ کسی جسم یا صورت میں محدود کیا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ زمان و مکان کی قید سے بلند اور تمام مخلوقات سے جدا ہے۔

قرآنِ مجید میں اس حقیقت کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے: **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ** (سورۃ الاخلاص)۔ یعنی ’’اللہ ایک ہے، سب سے بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔‘‘ یہ سورت دراصل توحید کا خلاصہ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی وحدانیت، بے نیازی اور بے مثالی کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اس اعلان کے ذریعے اسلام ہر اس تصور کی نفی کرتا ہے جو خدا کو مخلوق کے مشابہ قرار دے یا اس کے لیے کسی شریک کا تصور پیش کرے۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا مانا جاتا ہے اور ہر قسم کے شرک، تجسیم (خدا کو جسم والا سمجھنا) اور اوتار (خدا کے کسی شکل میں ظاہر ہونے) کے عقیدے کی سختی سے تردید کی جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ نہ کسی مخلوق میں حلول کرتا ہے اور نہ کسی مخلوق کی شکل اختیار کرتا ہے۔ وہ اپنی قدرت اور علم کے ذریعے ہر چیز پر محیط ہے، مگر اپنی ذات کے اعتبار سے مخلوق سے جدا اور برتر ہے۔ اسی لیے بندگی اور عبادت کا مستحق صرف وہی ہے، اور اسی کی طرف رجوع کرنا انسان کی فطری اور حقیقی ضرورت ہے۔

مزید یہ کہ توحید صرف ایک نظری عقیدہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر طرزِ زندگی کی بنیاد ہے۔ جب انسان یہ مان لیتا ہے کہ حقیقی اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، تو اس کے اندر عاجزی، ذمہ داری اور اخلاقی پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ وہ کسی غیر اللہ کے سامنے جھکنے کے بجائے صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی سے مدد طلب کرتا ہے۔ یوں توحید انسان کو خوف، توہمات اور باطل سہاروں سے آزاد کر کے ایک متوازن اور باوقار زندگی عطا کرتی ہے۔

اس طرح اسلام کا تصورِ خدا کلی طور پر وحدانیت اور خالص توحید پر قائم ہے۔ اس عقیدے میں اللہ نہ مخلوق کا حصہ ہے اور نہ مخلوق اس کا حصہ بلکہ وہ اپنی ذات و صفات میں منفرد، مطلق اور لامحدود ہے۔ یہی عقیدہ انسان کو اپنے خالق سے جوڑتا اور اسے زندگی کے ہر شعبے میں صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرما کر انسانیت کو ہدایت نصیب فرمائے۔ والسلام ❁❁❁

دعاؤں کا طالب
محمد سرور فاروقی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

2001-8-21